besturdubooks.wordpress.com

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۪ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

۲۴ — ۵۵

سیاستِ اسلامیہ

- سیاساتِ حاضرہ پر سیر حاصل بحث
- ان کے عالمگیر مفاسد و قبائح اور تباہ کن نتائج پر نہایت زوردار سنجیدہ تنقید
- مغربی مفکرین میں سے اہل خرد کے اعترافات
- سیاستِ اسلامیہ کی تنقیح، اس کا طریق کار اور اس میں نظر آنے والی مشکلات کا حل
- قرآن، حدیث اور عقل سلیم کی روشنی میں منفرد تحقیق

فاروق

besturdubooks.wordpress.com

سیاستِ اسلامیہ

- مصالحِ سیاسیہ کی خاطر منکراتِ شرعیہ کا ارتکاب جائز نہیں
  - نصوصِ قرآنیہ
  - ارشاداتِ نبویہ
  - عقلِ سلیم
- حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے سیاسی افکار
  - اسلام میں سیاست کا مقام
  - اسلام کا نظامِ حکومت
    - شخصی حکومت
    - حکمرانی ایک ذمہ داری ہے نہ کہ حق
    - حکومت کے فرائض
  - اقامتِ دین کے لئے سیاسی جدّوجہد کا شرعی مقام اور اس کی حدود
    - سیاسی جدوجہد اور تزکیۂ اخلاق
    - بائیکاٹ اور ہڑتال کا شرعی حکم
    - بھوک ہڑتال
    - پبلسٹی کے مروّجہ ذرائع
    - حکومت کے ساتھ طرزِ عمل
    - حکومت کے غیر شرعی قوانین اور اقدامات کے خلاف چارۂ کار
    - حکومت کے خلاف خروج

کتبہ فاروقی

besturdubooks.wordpress.com

حکومتِ اسلامیہ قائم کرنے کے لئے اسلام کے کسی حکم کی خلاف ورزی جائز نہیں

سوال: جو سیاسی جماعتیں حکومت اسلامیہ قائم کرنے کی جدوجہد کے دعوے کررہی ہیں انکے سربراہ اور ارکان شریعت کے خلاف طرح طرح کی ترکیبیں اور سیاسی چالیں ایجاد کررہے ہیں۔ ان کو حکمت عملی، مصلحت اور سیاست کے نام سے حلال اور جائز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اپنی اس تحریف پر تعمیر کعبہ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد لولا ان قومك حديث عهد بكفر الحديث سے استدلال کرتے ہیں، کیا ان کا یہ خیال اور استدلال درست ہے؟ اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈال کر امت کی رہنمائی فرمائیں، بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

یہ حقیقت تو ہر شخص جانتا ہے کہ دنیوی مصلحت و نفع کے لئے گناہ کرنا یا کسی فرض و واجب کو چھوڑنا جائز نہیں، مثلاً کوئی شخص دنیوی نفع کے لئے جھوٹ بولے، دھوکہ دے، نماز نہ پڑھے یا جماعت ترک کردے تو ظاہر ہے کہ ایسا کرنا فسق و حرام ہے اسی طرح کسی دینی مصلحت کے لئے بھی کسی معصیت کا ارتکاب حرام ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت تمام مصالح پر مقدم ہے اور اہم المصالح ہے۔ اس پر سب مصالح کو قربان کیا جائے گا۔ مثلاً کوئی شخص سینما یا سود کے ذریعہ اس لئے رقم کماتا ہے کہ اس سے دینی مدارس چلا سکے۔ یا اس نیت سے رقص کرتا ہے کہ لوگ جمع ہوجائیں پھر ان کو وعظ کیا جائے۔ ایسا کرنا بہت سخت گناہ اور نہایت خطرناک گمراہی ہے۔

البتہ اگر کوئی کام شرعاً نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ صرف مباح یا مستحب ہے اس کو کسی دینی مصلحت مثلاً عوام کو فتنہ یا معصیت یا تکلیف سے بچانے کے لئے چھوڑ دینا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر تراویح

besturdubooks.wordpress.com

میں لوگوں کو ملال ہوتا ہو تو ان کی رعایت سے نماز کے آخر میں درود شریف کو مختصر کرنا اور دُعا کو چھوڑ دینا جائز ہے۔

قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ و یزید الامام علی التشہد الا ان یمل القوم فیأتی بالصلوات و یکتفی باللّٰھم صل علی محمد لانہ الفرض عند الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ و یترک الدعوات (رد المحتار ص ۶۶۳ ج ۱)

مصلحۃً ترک مستحب یا مباح میں بھی یہ شرط ہے کہ اس سے قانون شرع میں تحریف اور مداخلت فی الدین نہ ہوتی ہو، مثلاً اس مستحب یا مباح کام کو اعتقاداً یا عملاً حرام سمجھنے لگے یا کسی مباح شرعی کی ممانعت کا قانون بنا دیا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی مصلحت کی بناء پر نکاح ثانی یا نکاح صغیر پر پابندی کا قانون بنانا جائز نہیں۔ حالانکہ نکاح ثانی اور صغر سنی میں نکاح کرنا فرض یا واجب نہیں صرف مباح ہے نکاح امر شرعی ہے اس لئے اس پر پابندی لگانا مداخلت فی الدین ہے، کیونکہ ایک مباح شرعی کے ساتھ عملاً حرام جیسا معاملہ کیا جائے گا جو کہ جائز نہیں۔

ہاں اگر امور انتظامیہ سے متعلق کوئی ایسا قانون بنا دیا جائے تو یہ مداخلت فی الدین نہیں، اس لئے جائز ہے، مثلاً دائیں طرف چلنے یا بائیں طرف چلنے کا قانون یا صرف ایک طرف کے راستہ کی تعیین کرنا اور ٹریفک سے متعلق دوسرے ضوابط۔

اسی طرح اگر کوئی محکمہ انتظامی مصلحت سے اپنے عملہ کے لئے شلوار یا پاجامہ پہننے کا قانون بنا دے اور تہبند سے روک دے تو یہ اس لئے جائز ہے کہ یہ اُمور شرعیہ میں سے نہیں، اس لئے ایسی پابندی لگانا مداخلت فی الدین نہیں۔

کعبۃ اللہ کی از سرِ نو تعمیر جس کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے یہ بھی اُمور انتظامیہ کے قبیل سے ہے، شرعاً یہ ترمیم نہ فرض تھی نہ واجب، حتیٰ کہ اسکو مستحب قرار دینا بھی مشکل ہے، اس لئے کہ حطیم کو کعبہ میں داخل کرنا اور دروازے کو نیچے لے آنا اور دو دروازے بنانا، یہ اُمور ایسے ہیں کہ ان میں استحباب کی کوئی وجہ نہیں، صرف راحت و آرام کی مصلحت تھی جو اُمور انتظامیہ سے ہے۔ ہاں عبادت میں سہولت کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے اس کو مستحب لغیرہ کہا جا سکتا ہے۔ علیٰ سبیل التنزل مستحب لعینہٖ ہونا بھی تسلیم کر لیا جائے جیسا کہ امور مذکورہ ہیں

besturdubooks.wordpress.com

سے امر اوّل میں ظاہر ہے تو زیادہ سے زیادہ اتنی بات ثابت ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فتنہ سے بچانے اور انکے اسلام کی حفاظت کے لئے ایک مستحب کام کو چھوڑ دیا، یہ کہاں ثابت ہوا کہ کسی مصلحت کے لئے ترک فرائض و واجبات اور ارتکاب سیئات بھی جائز ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ فرماتے ہیں۔

وان الامام یسوس رعیتہ بما فیہ اصلاحہ ولوکان مفضولا مالم یکن محرما (فتح الباری ص ۱۹۹ ج ۱)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس حدیث پر یہ باب قائم فرمایا ہے:

باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فھم بعض الناس فیقعوا فی اشد منہ۔

یعنی افضل و مختار کام اس اندیشہ سے چھوڑ دیا کہ لوگ کم فہمی کی وجہ سے کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

حاصل یہ کہ کسی مصلحت کی خاطر مستحب کام کو تو چھوڑا جا سکتا ہے مگر حدود اللہ سے تجاوز اور قانون شریعت کی خلاف ورزی ہرگز جائز نہیں۔

اس سلسلہ میں چند واقعات ذکر کئے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے احکام شرعیہ کے مقابلہ میں نام نہاد مصالح کو کبھی بھی قابل اعتبار نہیں سمجھا۔

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کا ارادہ فرمایا جو بلاشبہہ مباح اور جائز تھا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ عوام متبنّٰی کی بیوی کو حرام سمجھتے ہیں اس لئے اس نکاح سے شورش اور فتنہ ہوگا، جدید الاسلام لوگ طعن و تشنیع کر کے اپنا ایمان برباد کریں گے۔ اور دین اسلام سے لوگوں کو تنفر ہوگا۔

اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی۔

وتخشی الناس واللہ احق ان تخشٰہ (۳۳-۳۷)

بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا

besturdubooks.wordpress.com

سے کر دیا، فتنہ و شورش کی کوئی پروا نہیں کی گئی، اس لئے کہ اس مباح کو چھوڑنے سے اس ضروری مسئلہ کا عملی اظہار نہ ہوتا کہ متبنّٰی کی بیوی حقیقۃً بہو نہیں بنتی اور اس سے نکاح حلال ہے۔

اس مباح کے ترک میں التباس فی الدین بلکہ تحریف فی الدین کا خطرہ تھا، اس لئے اس کے ترک کی اجازت نہیں دی گئی۔

(۲) تحویل قبلہ میں یہود کی طرف سے سخت مخالفت اور فتنہ کا اندیشہ تھا، علاوہ ازیں چونکہ یہ اسلام میں پہلا نسخ تھا اس لئے لوگوں کے ارتداد کا بہت خطرہ تھا، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوتی ہے۔

ولئن اتبعت اھواءھم من بعد ما جاءك من العلم انك اذا لمن الظّٰلمین (۲-۱۴۵)

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مصلحت کی پروا کئے بغیر حکم الٰہی پر قائم و دائم رہے۔

(۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فوراً ہی ہر طرف ارتداد وغیرہ بہت سے فتنوں کا بہت بڑے پیمانہ پر سلسلہ شروع ہوگیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو استحکام خلافت سے قبل ہی ان سب فتنوں سے برسرِ پیکار ہونا پڑا، بیک وقت جہاد کے کئی محاذ کھل گئے، ان فتنوں میں ایک فتنہ ایسے اعراب کا بھی تھا جو یہ کہتے تھے کہ اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، آپ کے بعد کسی خلیفہ کو یہ حق نہیں پہنچتا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے بھی جہاد کا فیصلہ فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ ابھی آپ کی خلافت کی ابتداء ہے، استحکام حاصل نہیں ہوا، ادھر چاروں طرف شورش برپا ہے کئی محاذ کھلے ہوئے ہیں مصلحت یہ ہے کہ آپ اسوقت ان سے جہاد کا نیا محاذ نہ کھولیں، انھیں ان کے حال پر چھوڑدیں، اُمید ہے کہ کچھ مدت کے بعد یہ لوگ زکوٰۃ بیت المال میں جمع کرنے لگیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان شدید خطرات کی چارسو سے اٹھنے والی گھٹاؤں کی کوئی پروا نہ کی، مصلحت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اعلانِ جہاد پر قائم

besturdubooks.wordpress.com

رہے۔ بالآخر حضرت عمر اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اقرار کیا کہ ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعلانِ جہاد پر شرح صدر ہو گیا ہے۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں غسان کا بادشاہ جبلۃ بن ایہم مسلمان ہوا، اس نے طواف کرتے ہوئے معمولی سی بات پر ایک اعرابی کے تھپڑ مار دیا جس سے اسکا دانت ٹوٹ گیا، اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں مقدمہ دائر کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصاص میں اس بادشاہ کا دانت توڑنے کا فیصلہ فرمایا، حالانکہ مصلحت یہ تھی کہ اس سے قصاص نہ لیا جاتا کیونکہ اس کی وجہ سے اسلام اور اہل اسلام کو بہت شوکت حاصل تھی، یہ بھی ممکن تھا کہ صاحب حق سے کہہ سُن کر معاف کرا دیا جاتا، مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں گزرا، آپ نے اسلام کا فیصلہ صاف سُنا دیا کہ صاحبِ حق کو راضی کر لو ورنہ قصاص لیا جائے گا، اس نے سوچنے کی مہلت مانگی، مل گئی اور وہ راتوں رات مرتد ہو کر بھاگ گیا۔

غرضیکہ کسی مصلحت کی خاطر معصیت کا ارتکاب ہرگز جائز نہیں۔ البتہ شریعت میں بڑے محظور سے بچنے کے لئے چھوٹے محظور کو گوارا کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو، ادھر کوئی نابینا کنویں میں گرنے لگا تو نماز توڑ کر اسکو بچانا فرض ہے۔ حالانکہ عام حالات میں نماز توڑنا گناہ ہے مگر ایک بڑی مصیبت سے بچنے کے لئے اس کو اختیار کر لیا گیا، ایسی صورت میں اھون البلیتین یعنی ضررِ عظیم کو دفع کرنے کے لئے کم درجہ کے ضرر کو اختیار کر لیا گیا۔

اس کا فیصلہ کرنا کہ بلیتین میں سے اہون کونسی ہے ہر شخص کا کام نہیں، کیونکہ بسا اوقات انسان اتباعِ ہوٰی، عصبیت یا حُبِّ مال وجاہ کی بناء پر غیر اہون کو اہون سمجھ لیتا ہے، اس لئے یہ فیصلہ صرف وہی کر سکتا ہے جو علوم اسلامیہ میں پوری مہارت کے علاوہ تدین و تقوٰی میں بھی اعلیٰ مقام رکھتا ہو، بلکہ اہم امور میں ایسے علماء کی جماعت کا فیصلہ ضروری ہے۔

اھون البلیتین کے کلیات شریعت نے بیان فرما دیئے ہیں، ان کلیات کا پورا احاطہ، ان کے مفہوم کو صحیح طور پر سمجھنا، پھر پیش آمدہ جزئیہ کے بارے میں یہ

besturdubooks.wordpress.com

فیصلہ کرنا کہ یہ کسی کلیہ میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر داخل ہے تو کس کلیہ میں؟ ان اُمور کے لئے علوم دینیہ میں مہارتِ تامہ، بہت اونچے درجہ کے تدبّر و تفقہ اور تدین و تصلب کی ضرورت ہے۔

اگر کسی ناجائز کام کے بارے میں خوب غور وخوض کے بعد یہ محقق ہو جائے کہ اسے اھون البلیتین قرار دیکر اختیار کیا جا سکتا ہے تو یہ وضاحت بلکہ عمومی حالات میں اس کا بار بار اعلان ضروری ہے کہ یہ کام ناجائز ہے مگر شرعی ضرورت کے تحت اسے اختیار کیا گیا ہے، اگر یہ وضاحت نہ کی جائے گی تو عامۃ المسلمین اس گناہ کو گناہ نہ سمجھیں گے اور جہاں شرعی مجبوری نہ ہوگی وہاں بھی اس کا ارتکاب کرنے لگیں گے۔

اس کی واضح مثال تصویر کھنچوانا ہے، جسکا حرام ہونا متفق علیہ ہے، مگر حکومت نے حج اور شناختی کارڈ کے لئے تصویر کو لازم قرار دیدیا ہے، اس ضرورت شدیدہ کے تحت علماء نے اسکی اجازت دی ہے، مگر اس خاص موقع میں اجازت کے باوجود جس شدت کے ساتھ اسکی حرمت تحریرًا و تقریرًا بیان کرنا چاہیئے تھی، اسقدر نہیں ہوئی، بلکہ بعض علماء کے طرزِ عمل سے مسلمانوں نے اس گناہ کبیرہ کو جائز سمجھ لیا ہے، کیونکہ ان علماء کی تصاویر لی جاتی ہیں تو وہ روکتے نہیں، اخبارات وغیرہ میں انکی تصاویر شائع ہوتی رہتی ہیں مگر انھوں نے اس معصیت پر نکیر کا کبھی ایک حرف بھی نہیں کہا، اس سے عوام یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ کوئی گناہ نہیں۔

یہی حال ٹیلی ویژن کا ہے، صرف یہی نہیں کہ علماء اس پر نکیر نہیں کرتے بلکہ بہت سے علماء خود اسمیں مبتلا ہیں جس کی وجہ سے عوام کے قلوب سے اس کی قباحت نکل چکی ہے اور وہ اسے جائز سمجھنے لگے ہیں۔

حاصل یہ کہ کسی دینی یا دنیوی مصلحت سے کسی معصیت کا ارتکاب جائز نہیں۔

آجکل سیاسی لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سیاسی کام کرتے ہوئے جائز و ناجائز دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

یہ سراسر غلط ہے، مسلمان تو وہی ہے جو ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھے اور اسکی قائم کردہ حدود سے ذرا بھی تجاوز نہ کرے، جو لوگ سیاست کا کام محض

besturdubooks.wordpress.com

تحصیل اقتدار کے لئے کرتے ہیں اور ان کو ملک کی دینی و دنیوی فلاح سے کچھ غرض نہیں، وہ سیاسی کام میں احکام اسلام کو ملحوظ نہیں رکھتے تو کوئی تعجب کی بات نہیں، حیرت تو ان حضرات پر ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں۔
"موجودہ سیاست میں حصہ لینے سے ہمارا مقصود ملک میں صحیح اسلامی نظام قائم کرنا ہے"
مگر پھر بھی وہ سیاسی کاموں میں احکام اسلام کی پروا نہیں کرتے، غیر مشروع تدابیر اختیار کرتے ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے:
"آپ تو اسلامی نظام قائم کرنے کے مدعی ہیں مگر آپ خود اسلام نافذ کرنے کے لئے جو طریقے اختیار کر رہے ہیں وہ غیر اسلامی اور ناجائز ہیں"
تو جواب دیتے ہیں:
"اگرچہ یہ طریقے ناجائز ہیں مگر ان کے بغیر اسلام لانا ممکن نہیں، اس لئے اب تو جائز ناجائز کی پروا کئے بغیر اقتدار حاصل کرنے کی جدوجہد لازم ہے، اقتدار حاصل ہو جانے کے بعد پورے طور پر اسلام نافذ کر دیں گے"
یہ محض دھوکہ ہے، ہمیں ان کی نیت پر شبہہ نہیں، مگر انکا طریق کار ایسا ہے کہ اس سے نفاذ اسلام کی توقع ہرگز نہیں کی جا سکتی، کیونکہ غیر اسلامی طریقوں سے بے دینوں کی کامیابی تو ممکن ہے مگر دینداروں کو اولاً تو کامیابی ہوگی نہیں، اور اگر صورۃً کامیابی ہو بھی گئی تو اسکے نتیجہ میں اسلام نہیں آئے گا بلکہ اسلام کے نام کی کوئی اور چیز ہوگی، اور صورۃً جو کامیابی ہوگی وہ بھی چند روز سے آگے نہ بڑھے گی، جب اس کی بنیاد ہی کمزور تھی تو اس پر عمارت کیسے قائم رہ سکتی ہے؟
عقل، نقل اور مشاہدہ سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے مسلمانوں کو ہرگز ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی۔
اگر کبھی غیر مشروع و ناجائز طریقوں سے کفار و فساق کو کامیابی ہوئی ہو تو اس پر مسلمانوں کو قیاس کرنا غلط ہے کیونکہ مسلم اور کافر کی طبعی افتاد اور مزاج میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ ایک نسخہ ایک مزاج کو مفید اور دوسرے مزاج کو مضر ہوتا ہے جیسا کہ ایک قصہ مشہور ہے:
"بھنگی عطر کی دوکان کے پاس گزرا، اس کا دماغ جو پاخانہ کی بدبو سے مانوس

besturdubooks.wordpress.com

تھا خوشبو کو برداشت نہ کرسکا اس لئے بیہوش ہوگیا، بہت علاج کئے گئے مگر سب ناکام رہے، اس کے بھائی کو علم ہوا تو وہ ایک شیشی میں پاخانہ بھر کر لایا اور اس کی ناک کے ساتھ لگادی، وہ فوراً ہوش میں آگیا۔"

ٹھیک اسی طرح کفار و فساق کا دماغ معصیت کے تعفن سے سڑا ہوا ہے اس لئے ان کو حرام اور ناجائز کاموں کی بدبو نافع ہے، بخلاف مسلمان کے کہ یہ شہزادہ ہے اس کا دماغ نہایت صاف اور پاکیزہ ہے، اسکو تو صرف احکام شرعیہ کی خوشبو ہی نفع دیگی، کوئی احمق شہزادہ کو بھنگی پر قیاس کرکے اسے پاخانہ سنگھادے تو شہزادہ کا دماغ پھٹ جائے گا۔

مسلمان کو کفار و فساق پر قیاس کرنا غلط ہے کہ جو چیز ان کو نافع ہوگی وہی ان کے لئے بھی نافع ہوگی، یہ قیاس اس بوجھ بجھکڑ کی منطق جیسا ہے جو اسکے دماغ میں کسی کو درخت سے اتارنے کے لئے آئی تھی، قصہ یہ پیش آیا:

"ایک شخص درخت پر چڑھ گیا اترنے کی ہمت نہ ہوئی، لوگوں کو پکارا، وہ جمع ہوگئے اور مختلف تدبیریں سوچیں مگر اطمینان نہ ہوا، بالآخر طے پایا کہ یہ عقدہ بوجھ بجھکڑ سے حل کرایا جائے، کیونکہ وہ بستی میں سب سے زیادہ عقلمند ہے، اس سے درخواست کی گئی تو وہ موقع پر پہنچا اور کہا کہ تم سب بے عقل ہو، میرے بغیر ایک معمولی سی بات کا حل نہیں نکال پائے، اسکی تو بہت آسان تدبیر ہے، ایک لمبا رسہ اس شخص کیطرف پھینکو وہ اپنی کمر سے خوب مضبوط باندھ لے، پھر نیچے کے لوگ خوب زور سے جھٹکا لگا کر اپنی طرف کھینچیں، بڑی آسانی سے نیچے پہنچ جائے گا۔

چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، وہ شخص اس زور سے گرا کہ ہڈی پسلی ٹوٹ گئی اور مرگیا، لوگوں نے بوجھ بجھکڑ سے کہا کہ یہ کیا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اس شخص کی قسمت خراب تھی ورنہ تو میں نے کتنوں کو اس طریقہ سے کنویں سے نکالتے دیکھا ہے۔"

جیسے اس بوجھ بجھکڑ کا درخت پر چڑھنے والے کو کنویں میں گرنے والے پر قیاس کرنا صحیح نہیں، اسی طرح مسلمانوں کو کفار پر قیاس کرنا غلط اور مہلک ہے، کفار پستی میں ہیں اور مسلمان بلندی پر، کفار جن تدابیر کے ذریعہ پستی سے بلندی کیطرف آنے میں کامیاب ہورہے ہیں اگر وہی تدابیر مسلمان اختیار کریں گے تو بلندی سے پستی میں جاگریں گے۔

besturdubooks.wordpress.com

جوتے میں نجاست لگ جائے تو اس کو پھینکا نہیں جاتا مگر ٹوپی میں کسی چیز کا ذراسا بھی دھبہ لگ جائے تو فوراً اُتار دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں مسلمان ٹوپی کی طرح معزز ہیں اور کفار جوتے کی طرح ذلیل۔

مسلمانوں کو معصیت سے کامیابی ہرگز نہیں ہوسکتی، جنگ احد کا واقعہ ہی دیکھ لیجئے کہ مسلمان کفار پر غالب آچکے تھے مگر ایک اجتہادی خطأ سے اُن کی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حتّٰی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما اٰرٰکم ما تحبون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاٰخرۃ۔ الاٰیۃ (۳-۱۵۲)

اس آیت میں شکست کا سبب معصیت کو قرار دیا گیا ہے باقی چیزیں یا اس کے افراد ہیں یا اُس کا اثر۔

اس کو معصیت کہنا ظاہری صورت کے اعتبار سے ہے، حقیقت میں یہ خطأ اجتہادی کے قبیل سے ہے، واقعہ یہ ہوا تھا:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً پچاس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک مورچہ پر مقرر فرما کر یہ تاکید فرمائی تھی کہ ہمیں فتح ہو یا شکست اس جگہ کو نہ چھوڑنا، مگر جب انھوں نے مسلمانوں کو فتح ہوتی دیکھی تو مالِ غنیمت جمع کرنے کے لئے اس مورچہ کو چھوڑ دیا، کفار نے اس جانب سے حملہ کر دیا اور مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔"

حالانکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقصود بالذات دنیا نہ تھی بلکہ مقصود تمام مسلمانوں کو دنیوی نفع پہنچانا تھا جو ایک اعتبار سے دین ہے، ورنہ اگر صرف اپنے لئے دنیا جمع کرنا مقصود ہوتا تو اسکے لئے مورچہ کو چھوڑنے کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ شرعی قانون یہ ہے کہ مالِ غنیمت میں وہ شخص بھی شریک ہے جس نے مالِ غنیمت جمع نہیں کیا مگر جنگ کے کاموں میں سے کسی کام میں مشغول رہا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ان کو دُنیا من حیث الدنیا مقصود نہ تھی بلکہ اس سے بھی آخرت ہی مقصود تھی، اس لئے منکم من یرید الدنیا کے معنی ہیں من یرید الدنیا

besturdubooks.wordpress.com

للآخرۃ اور من یرید الآخرۃ کے معنی ہیں من یرید الآخرۃ الصرفۃ ۔

علاوہ ازیں یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ مورچہ کی حفاظت بھی عمل آخرت تھا اور مال غنیمت جمع کرنا بھی، مگر ان حضرات کے لئے مورچہ کی حفاظت کا عمل زیادہ اہم تھا، اور دین کا اہم کام چھوڑ کر غیر اہم میں مشغول ہونا جائز نہیں، ان حضرات کی اجتہادی غلطی سے یہ ناجائز کام ہو گیا، جس کو "دنیا" سے تعبیر فرمایا، "دنیا" کے مختلف معانی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر ناجائز کام "دُنیا" ہے ۔

اس کی نظیر حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ ہے :

"آپ نے جہاد کی نیت سے بہترین نسل کے گھوڑے پالے، ایک بار انکے معاینہ میں ایسا انہماک ہوا کہ اسوقت کا کوئی اہم معمول رہ گیا اس کے بارے میں فرمایا :

انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی (۳۸-۳۱)"

اس کی تقریر بھی یہی ہے کہ گھوڑوں کا معاینہ بھی اگرچہ عمل آخرت تھا مگر دوسرا معمول جو رہ گیا وہ زیادہ اہم تھا، "حب الخیر" کا یہ فرد فی نفسہ محمود و مقصود تھا مگر دوسرے زیادہ اہم معمول کے ترک کا باعث بن جانے کی وجہ سے قبیح و مذموم ہو گیا، حضرت سلیمان علیہ السلام کے ارشاد کا یہی مطلب ہے کہ یہ حب الخیر جو اصالۃً وابتداءً محمود و مقصود تھی وہ انتہاءً بوجہ عارض مذموم ہو گئی، معمول متروک اگر فرض تھا تو بھی چونکہ ذہول و نسیان کی وجہ سے ترک ہوا اس لئے منافی عصمت نہیں ۔

غرضیکہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ اجتہادی فروگذاشت بھی فتح سے مانع بن گئی، حالانکہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت بھی حاصل تھی اور جو غلطی ان سے صادر ہوئی اس میں ان کی نیت بھی معاذ اللہ بُری نہ تھی بلکہ عمل آخرت کی نیت تھی ۔

اسی طرح غزوۂ حنین میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں اپنی کثرت کا ذرا سا دھیان آ گیا، محض اتنی سی بات پر اولاً شکست ہو گئی ۔

جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اجتہادی لغزش فتح سے مانع بن گئی تو آج کے مسلمانوں کی غلطیاں ان کی کامیابی میں رکاوٹ کیونکر نہیں بنیں گی ؟

پھر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور آج کے مسلمانوں میں ایک فرق یہ بھی ہے

besturdubooks.wordpress.com

کہ یہ لوگ معصیت کو ذریعہ کامیابی سمجھتے ہیں، اس لئے ان کا طریق کار ہی غلط ہے۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریق کار صحیح تھا، اتفاق سے اس میں اجتہادی خطأ شامل ہوگئی تھی۔

جہاد اور دوسرے دینی و سیاسی کاموں میں کامیابی و ثابت قدمی حاصل کرنے کا طریقہ ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچا جائے، اس کی اطاعت کی جائے، اس بارے میں اللہ تعالیٰ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چند صریح ارشادات اور واضح فیصلے ملاحظہ ہوں:

(۱) اوفوا بعھدی اوف بعھدکم وایای فارھبون ○ (۲ : ۴۰)

"تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور صرف مجھ ہی سے ڈرو"۔

(۲) یایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلٰوۃ ط ان اللہ مع الصٰبرین ○ (۲ : ۱۵۳)

"اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو، بلاشبہہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں"

صبر کی حقیقت دین پر استقامت اور حدود اللہ کی حفاظت ہے۔

(۳) لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیین واٰتی المال علی حبہ ذوی القربٰی والیتٰمٰی والمسٰکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلٰوۃ واٰتی الزکٰوۃ والموفون بعھدھم اذا عٰھدوا والصٰبرین فی البأساء والضراء وحین البأس ط اولٰئک الذین صدقوا ط واولٰئک ھم المتقون ○ (۲ : ۱۷۷)

"سارا کمال اسی میں نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کو کرلو یا مغرب کو، لیکن کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور انبیاء پر، اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں"، اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو، اور جو لوگ اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب عہد کرلیں، اور وہ لوگ مستقل رہنے والے ہوں تنگدستی میں اور بیماری میں اور قتال میں، یہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں"

(۴) ولیس البر بان تأتوا البیوت من ظھورھا ولکن البر من اتقٰی واتوا البیوت من ابوابھا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ○ (۲ : ۱۸۹)

besturdubooks.wordpress.com

"اور اس میں کوئی فضیلت نہیں کہ گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آیا کرو ہاں لیکن فضیلت یہ ہے کہ کوئی شخص حرام سے بچے، اور گھروں میں انکے دروازوں سے آؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اُمید ہے کہ تم کامیاب ہو"

اس میں حکم تقویٰ کے علاوہ طریق اتیان بیوت کی تعلیم سے بھی ثابت ہوا کہ ہر کام اس کے طریق شرعی کے مطابق کرنا لازم ہے، اس سے خروج جائز نہیں۔

⑤ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ○ (۲ : ۱۹۰)

"اور تم لڑو اللہ کی راہ میں اُن لوگوں کے ساتھ جو تمہارے ساتھ لڑنے لگیں اور حد سے مت نکلو، واقعی اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے"

⑥ وقاتلوا فی سبیل اللہ واعلموا ان اللہ سمیع علیم (۲ : ۲۴۴)

"اور اللہ کی راہ میں قتال کرو، اور یقین رکھو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں"

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال واعمال ونیات سے باخبر ہے، اس لئے حالت جہاد میں کسی مصلحت سے اس کی رضا کے خلاف کوئی کام نہ ہونے پائے۔

⑦ فلما فصل طالوت بالجنود قال ان اللہ مبتلیکم بنهر فمن شرب منه فلیس منی ومن لم یطعمه فانه منی الا من اغترف غرفة بیده فشربوا منه الا قلیلا منهم فلما جاوزه هو والذین اٰمنوا معه قالوا لا طاقة لنا الیوم بجالوت وجنوده قال الذین یظنون انهم ملٰقوا اللہ کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن اللہ واللہ مع الصٰبرین ○ (۲ : ۲۴۹)

"پھر جب طالوت فوجوں کو لیکر چلے تو انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان کریں گے ایک نہر سے سو جو شخص اس سے پانی پیئے گا وہ تو میرے ساتھیوں میں نہیں اور جو اُس کو زبان پر بھی نہ رکھے وہ میرے ساتھیوں میں ہے، لیکن جو شخص اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے، سو ان میں سے چند لوگوں کے سوا سب نے اس سے پینا شروع کر دیا، سو جب طالوت اور جو مؤمنین انکے ہمراہ تھے نہر سے پار اُتر گئے، کہنے لگے کہ آج تو ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں معلوم ہوتی، ایسے لوگ جن کو یہ خیال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونے والے ہیں کہنے لگے

besturdubooks.wordpress.com

کہ کثرت سے بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آگئی ہیں اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کا ساتھ دیتے ہیں۔"

(۸) ولما برزوا لجالوت وجنوده قالوا ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکفرین ٥ (۲ : ۲۵۰)

"اور جب وہ لوگ جالوت اور اسکی فوجوں کے سامنے میدان میں آئے تو کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم پر استقلال نازل فرمایئے اور ہمارے قدم جمائے رکھئے اور ہم کو اس کافر قوم پر غالب کیجئے۔"

اس دعاء کی ترتیب سے ثابت ہوا کہ دین پر استقامت سے ثبات اقدام حاصل ہوتا ہے اور پھر کفار پر نصرت، جیسا کہ آیت نمبر ۱۳ میں اسکی تصریح آرہی ہے کہ ثبات قدم اور فتح و نصرت کا مدار ترک معاصی پر ہے۔

(۹) وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئا ان اللہ بما یعملون محیط (۳ : ۱۲۰)

"اور اگر تم استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی ضرر نہ پہنچا سکے گی، بلاشبہہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر احاطہ رکھتے ہیں۔"

(۱۰) بلیٰ ان تصبروا وتتقوا ویأتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ الٰف من الملٰئکۃ مسومین ٥ (۳ : ۱۲۵)

"ہاں کیوں نہیں اگر مستقل رہو گے اور متقی رہو گے اور وہ لوگ تم پر ایک دم سے آپہنچیں گے تو تمہارا رب تمہاری امداد فرمائے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جو ایک خاص وضع بنائے ہونگے۔"

(۱۱) ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ٥ (۳ : ۱۳۹)

"اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مؤمن رہے۔"

(۱۲) ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصٰبرین ٥ (۳ : ۱۴۲)

"ہاں! کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں جا داخل ہوگے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا ہو اور نہ ان کو دیکھا جو ثابت قدم رہنے والے ہوں۔"

(۱۳) وما کان قولھم الا ان قالوا ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت

besturdubooks.wordpress.com

اقدامنا وانصرنا علی القوم الکفرین ○ فاٰتٰهم الله ثواب الدنیا وحسن ثواب الآخرة ○ والله یحب المحسنین ○ (۳ : ۱۴۷، ۱۴۸)

"اور اُن کی زبان سے بھی تو اس کے سوا اور کچھ نہیں نکلا کہ انھوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو اور ہمارے کاموں میں ہمارے حد سے نکل جانے کو بخش دیجیے اور ہمکو ثابت قدم رکھیے اور ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجیے، سو ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بھی بدلا دیا اور آخرت کا بھی عمدہ بدلا، اور اللہ تعالیٰ کو ایسے نیکو کاروں سے محبت ہے۔"

اس میں اللہ والوں کا معمول یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ثبات قدم و نصرت الٰہیہ کی دعاء مانگنے سے پہلے اپنے گناہوں اور خطاؤں کی معافی مانگتے تھے، اس سے ثابت ہوا کہ معاصی ثبات قدم و نصرت الٰہیہ سے مانع بن جاتے ہیں۔ ان کے اس عمل کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا و آخرت دونوں میں فلاح و کامیابی سے نوازا، اور اس سے بھی بڑھ کر اپنی محبوبیت کا تمغہ عطاء فرمایا۔

(۱۴) ولقد صدقکم الله وعده اذ تحسونهم باذنه حتی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما ارٰکم ما تحبون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرة ثم صرفکم عنهم لیبتلیکم ولقد عفا عنکم والله ذو فضل علی المؤمنین ○ (۳ : ۱۵۲)

"اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا تھا جب تم ان کفار کو اللہ کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جب تم خود کمزور ہو گئے اور حکم میں باہم اختلاف کرنے لگے اور اس کے بعد کہ تمھیں تمہاری خواہش دکھا دی گئی تھی، تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض آخرت کے طلبگار تھے، پھر تمھیں ان کفار سے ہٹا دیا تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرے اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بڑے فضل والے ہیں۔"

اس آیت کی تفسیر پہلے لکھی جا چکی ہے۔

(۱۵) ان ینصرکم الله فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعده وعلی الله فلیتوکل المؤمنون ○ (۳ : ۱۶۰)

"اگر اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ دیں تب تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا اور اگر تمہارا ساتھ نہ دیں تو اس کے بعد ایسا کون ہے جو تمہارا ساتھ دے، اور صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہیے۔"

besturdubooks.wordpress.com

(۱۶) الذین استجابوا للّٰہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم ○ (۳ : ۱۷۲)

"جن لوگوں نے اللہ و رسول کے کہنے کو قبول کر لیا بعد اس کے کہ اُن کو زخم لگا تھا ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں ان کے لیے ثواب عظیم ہے۔"

(۱۷) انما ذٰلکم الشیطٰن یخوف اولیاءہ فلا تخافوھم وخافون ان کنتم مؤمنین ○ (۳ : ۱۷۵)

"اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ یہ شیطان ہے کہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم اُن سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرنا اگر تم ایمان والے ہو۔"

معلوم ہوا کہ دشمن سے سخت خطرہ کی حالت میں بھی حفاظت کی مصلحت سے کسی ممنوع کام کا ارتکاب جائز نہیں۔

(۱۸) یاایھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون ○ (۳ : ۲۰۰)

"اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو۔"

(۱۹) ولقد اخذ اللّٰہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منھم اثنی عشر نقیبا ط وقال اللّٰہ انی معکم ط لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللّٰہ قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیاٰتکم ولادخلنکم جنٰت تجری من تحتھا الانھار فمن کفر بعد ذٰلک منکم فقد ضل سواء السبیل ○ (۵ : ۱۲)

"اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا اور ہم نے اُن میں سے بارہ سردار مقرر کئے اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرما دیا کہ میں تمہارے پاس ہوں اگر تم نماز کی پابندی رکھو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے اور میرے سب رسولوں پر ایمان لاتے رہو گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ کو اچھے طور پر قرض دیتے رہو گے تو میں ضرور تمہارے گناہ تم سے دُور کر دوں گا اور ضرور تم کو ایسے باغوں میں داخل کر دوں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص اس کے بعد بھی کفر کریگا تو وہ بیشک راہ راست سے دُور جا پڑا۔"

(۲۰) ومن یتول اللّٰہ ورسولہ والذین اٰمنوا فان حزب اللّٰہ ھم الغٰلبون ○ (۵ : ۵۶)

"اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایمان والوں سے سو اللہ کا گروہ بلاشک غالب ہے۔"

besturdubooks.wordpress.com

(۲۱) ولو انھم اقاموا التورٰیۃ والانجیل وما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم (۵ : ۶۶)

” اور اگر یہ لوگ تورات کی اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی اسکی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے “

(۲۲) ولو ان اھل القریٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکٰت من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذنٰھم بما کانوا یکسبون ۝ (۷ : ۹۶)

” اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے، لیکن انھوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑلیا “

(۲۳) قال موسٰی لقومہ استعینوا باللہ واصبروا ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین ۝ (۷ : ۱۲۸)

” موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو اور مستقل رہو یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں مالک بنادیں اور اخیر کامیابی انہی کو ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں “

(۲۴) واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربھا التی بٰرکنا فیھا وتمت کلمت ربک الحسنٰی علٰی بنی اسرائیل بما صبروا ودمرنا ما کان یصنع فرعون وقومہ وما کانوا یعرشون ۝ (۷ : ۱۳۷)

” اور ہم نے اُن لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کیے جاتے تھے اُس سرزمین کے مشارق مغارب کا مالک بنادیا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں اُن کے صبر کی وجہ سے پورا ہوگیا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے تھے سب کو درہم برہم کردیا “۔

(۲۵) یٰایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ۝ واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصٰبرین ۝ (۸ : ۴۵، ۴۶)

” اے ایمان والو! جب تم کو کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے تو ثابت قدم

besturdubooks.wordpress.com

رہو اور اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو اُمید ہے کہ تم کامیاب ہو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور صبر کرو بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں "

دشمن کے مقابلہ میں ثبات قدم کا نسخہ ارشاد فرمایا " کثرت ذکر" اور ذکر اللہ کی روح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہو، اور تعلق مع اللہ معصیت سے مانع ہے۔ پھر آگے مزید تاکید کے لیے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تصریح بھی فرمادی علاوہ ازیں آپس میں تنازع سے منع فرمایا، اور دوسری جگہ رفع تنازع کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا:

فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول (۴ : ۵۹)

یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو۔

(۲۶) وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین ° (۸ : ۶۲)

" اور اگر وہ لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کافی ہیں، وہ وہی ہے جس نے آپ کو اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے قوت دی "

(۲۷) یایھا النبی حرض المؤمنین علی القتال ط ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفا من الذین کفروا بانھم قوم لا یفقھون ° (۸ : ۶۵)

" اے نبی ! آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجیے۔ اگر تم میں کے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہونگے تو دو سو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں کے سو آدمی ہونگے تو ایک ہزار کفار پر غالب آجائیں گے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے "

(۲۸) الئن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا ط فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ ط واللہ مع الصابرین ° (۸ : ۶۶)

" اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے سو اگر تم میں کے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہونگے تو دو سو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں ہزار ہونگے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آجائیں گے اور اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہیں "

besturdubooks.wordpress.com

(۲۹) وان یریدوا خیانتك فقد خانوا اللہ من قبل فامکن منھم واللہ علیم حکیم ۵ (۸ : ۷۱)

”اور اگر یہ لوگ آپ کے ساتھ خیانت کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو اس سے پہلے انھوں نے اللہ کے ساتھ خیانت کی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو گرفتار کرا دیا، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔“

(۳۰) فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم ان اللہ یحب المتقین ۵ (۹ : ۷)

”سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں تم بھی اُن سے سیدھی طرح رہو، بلا شبہہ اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔“

(۳۱) لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ۵ (۹ : ۲۵)

”تم کو اللہ تعالیٰ نے بہت مواقع میں غلبہ دیا اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت پر غرہ ہوگیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کارآمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی پھر تم پیٹھ دیکر بھاگ کھڑے ہوئے۔“

(۳۲) وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ ط واعلموا ان اللہ مع المتقین ۵ (۹ : ۳۶)

”اور ان مشرکین سے سب لڑنا جیسا کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔ اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقین کا ساتھی ہے۔“

(۳۳) التائبون العبدون الحمدون السائحون الرکعون السجدون الامرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحفظون لحدود اللہ ط وبشر المؤمنین ۵ (۹ : ۱۱۲)

”وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع اور سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بُری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدود کا خیال رکھنے والے اور ایسے مؤمنین کو آپ خوشخبری سُنا دیجئے۔“

(۳۴) یایھا الذین امنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ ط

besturdubooks.wordpress.com

واعلموا انّ اللّٰہ مع المتّقین ٥ (٩ : ١٢٣)

"اے ایمان والو! ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہیئے، اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔"

اس میں بھی حالتِ جہاد میں تقویٰ یعنی حدود اللہ سے تجاوز سے بچنے کا حکم فرمایا ہے۔

(٣٥) الا انّ اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ٥ الّذین اٰمنوا وکانوا یتّقون ٥ لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدّنیا وفی الاٰخرۃ ط لا تبدیل لکلمٰت اللّٰہ ط ذٰلک ھو الفوز العظیم ٥ (١٠ : ٦٢ تا ٦٤)

"یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں، وہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز رکھتے ہیں، اُن کے لئے دُنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے اللہ کی باتوں میں کچھ فرق ہوا نہیں کرتا یہ بڑی کامیابی ہے۔"

(٣٦) فاصبر انّ العاقبۃ للمتّقین ٥ (١١ : ٤٩)

"سو صبر کیجئے یقیناً نیک انجامی متقین ہی کے لئے ہے۔"

(٣٧) ویٰقوم استغفروا ربّکم ثمّ توبوا الیہ یرسل السّماء علیکم مدرارا ویزدکم قوّۃ الیٰ قوّتکم ولا تتولّوا مجرمین ٥ (١١ : ٥٢)

"اور اے میری قوم تم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ ہو وہ تم پر خوب بارشیں برسا دیگا اور تم کو اور قوت دیکر تمہاری قوت میں ترقی کر دیگا، اور مجرم رہ کر اعراض مت کرو۔"

(٣٨) انّہ من یتّق ویصبر فانّ اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین ٥ (١٢ : ٩٠)

"واقعی جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنیوالوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتا۔"

(٣٩) ثمّ انّ ربّک للّذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثمّ جاھدوا وصبروا انّ ربّک من بعدھا لغفور رّحیم ٥ (١٦ : ١١٠)

"پھر بیشک آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے کہ جنہوں نے مبتلائے کفر ہونے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور قائم رہے تو آپ کا رب ان کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔"

besturdubooks.wordpress.com

(۴۰) ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصّٰلحون ○ (۲۱ : ۱۰۵)

"اور ہم کتابوں میں لوح محفوظ کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین کے مالک میرے نیک بندے ہونگے۔"

(۴۱) انّ اللّٰہ یدافع عن الّذین اٰمنوا ط انّ اللّٰہ لا یحبّ کلّ خوّان کفور ○ (۲۲ : ۳۸)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے ہٹا دے گا بے شک اللہ تعالیٰ کسی دغاباز کفر کرنے والے کو نہیں چاہتا۔"

(۴۲) الّذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الّا ان یقولوا ربّنا اللّٰہ ط ولولا دفع اللّٰہ النّاس بعضھم ببعض لھدّمت صوامع وبیع وصلوات ومسٰجد یذکر فیھا اسم اللّٰہ کثیرا ط ولینصرن اللّٰہ من ینصرہ ط انّ اللّٰہ لقوی عزیز ○ (۲۲ : ۴۰)

"جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا ایک کا دوسرے سے زور نہ گھٹاتا رہتا تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہوگئے ہوتے، اور بیشک اللہ تعالیٰ اُس کی مدد کرے گا جو کہ اللہ کی مدد کریگا، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے۔"

(۴۳) انّما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللّٰہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا ط واولٰئک ھم المفلحون ○ (۲۴ : ۵۱)

"مسلمانوں کا قول تو جبکہ ان کو اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف بُلایا جاتا ہے صرف یہ ہے کہ وہ کہدیتے ہیں کہ ہم نے سُن لیا اور مان لیا، اور ایسے لوگ ہی فلاح پائیں گے۔"

(۴۴) ومن یطع اللّٰہ ورسولہ ویخش اللّٰہ ویتّقہ فاولٰئک ھم الفائزون ○ (۲۴ : ۵۲)

"اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اُس کی مخالفت سے بچے بس ایسے ہی لوگ بامراد ہوں گے۔"

(۴۵) وعد اللّٰہ الّذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الّذین من قبلھم ولیمکننّ لھم دینھم الّذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنّھم من بعد خوفھم امنا ط یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ط ومن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفٰسقون ○ (۲۴ : ۵۵)

"تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطاء فرمائے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو

besturdubooks.wordpress.com

اُن کے لئے پسند کیا ہے اُس کو ان کے لئے قوت دیگا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل بامن کر دیگا، بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں، اور جو شخص اس کے بعد ناشکری کریگا تو یہ لوگ فاسق ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں ایمان واعمال صالحہ پر فتح ونصرت کا وعدہ ہے اور عمل صالح کی بنیاد ترک معصیت ہے، معصیت کی وجہ سے فتح اور نصرت ناکامی اور نامرادی سے بدل جاتی ہے جسکا بیان اوپر گزر چکا ہے

(۴۶) یٰبنیّ اقم الصلٰوۃ وأمر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک ط ان ذٰلک من عزم الامور ہ (۳۱ : ۱۷)

"بیٹا! نماز پڑھا کرو اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اُس پر صبر کیا کر، یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔"

نہی عن المنکر جہاد اکبر ہے، اس میں مصائب شدیدہ کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے، اسلئے صبر اور استقامت کا حکم فرمایا۔

(۴۷) ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ہ انھم لھم المنصورون ہ وان جندنا لھم الغٰلبون ہ (۳۷ : ۱۷۱ تا ۱۷۳)

"اور ہمارے خاص بندوں یعنی رسولوں کے لئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے کہ بیشک وہی غالب کئے جائیں گے اور ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے۔"

(۴۸) قل یٰعباد الذین اٰمنوا اتقوا ربکم ط للذین احسنوا فی ھٰذہ الدنیا حسنۃ ط وارض اللہ واسعۃ ط انما یوفی الصٰبرون اجرھم بغیر حساب ہ (۳۹ : ۱۰)

"آپ کہیئے کہ اے میرے ایمان والے بندو! تم اپنے رب سے ڈرتے رہو، جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک صلہ ہے اور اللہ کی زمین فراخ ہے مستقل رہنے والوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا۔"

(۴۹) انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد ہ (۴۰ : ۵۱)

"ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگانی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس روز میں بھی جس میں کہ گواہی دینے والے کھڑے ہونگے۔"

(۵۰) ونجینا الذین اٰمنوا وکانوا یتقون ہ (۴۱ : ۱۸)

"اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔"

besturdubooks.wordpress.com

(۵۱) ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلاخوف علیھم ولاھم یحزنون ۝ (۴۶ : ۱۳)
”جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے سوان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے۔“

(۵۲) یاایھا الذین اٰمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم (۴۷ : ۷)
”اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کریگا اور تمہارے قدم جمادے گا۔“

(۵۳) ذٰلک بان اللہ مولی الذین اٰمنوا وان الکٰفرین لامولیٰ لھم ۝ (۴۷ : ۱۱)
”یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔“

(۵۴) کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ط ان اللہ قوی عزیز ۝ (۵۸ : ۲۱)
”اللہ تعالیٰ نے یہ بات لکھدی ہے کہ میں اور میرے رسول غالب رہیں گے، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے۔“

(۵۵) لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم ط اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ط ویدخلھم جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ط رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ط اولٰئک حزب اللہ ط الا ان حزب اللہ ھم المفلحون ۝ (۵۸ - ۲۲)
”جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو، ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور انکو اپنے فیض سے قوت دی ہے اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہونگی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہونگے، یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے۔ خوب سُن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔“

(۵۶) ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ۝ ویرزقہ من حیث لایحتسب ط ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ط ان اللہ بالغ امرہ ط قد جعل اللہ لکل شیء قدرا (۶۵ : ۲، ۳)

besturdubooks.wordpress.com

"اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے، اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا ایک انداز مقرر کر رکھا ہے۔"

(۵۷) ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا ٥ (۶۵ : ۴)

"اور جو شخص اللہ سے ڈریگا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی کر دیگا۔"

(۵۸) فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا ٥ یرسل السماء علیکم مدرارا ٥ و یمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انہارا ٥ (۷۱ : ۱۰ تا ۱۲)

"اور میں نے کہا کہ تم اپنے رب سے گناہ بخشواؤ بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے، کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اولاد میں ترقی دیگا اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بہا دیگا۔"

(۵۹) رب المشرق والمغرب لا الٰہ الا ھو فاتخذہ وکیلا ٥ (۷۳ : ۹)

"وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنا لے۔"

(۶۰) وکذلک نولی بعض الظلمین بعضا بما کانوا یکسبون ٥ (۶ : ۱۲۹)

"اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کرتے ہیں انکی بداعمالیوں کی وجہ سے۔"

(۶۱) قال ابن عباس رضی اللہ عنہما تفسیرھا ان اللہ اذا اراد بقوم شرا ولی علیھم شرارھم واذا اراد بقوم خیرا ولی علیھم خیارھم وفی بعض الکتب المنزلۃ افنی اعدائی باعدائی ثم افنیھم باولیائی (البحر المحیط ص ۲۲۲ ج ۴)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے لئے برائی مقدر فرماتے ہیں تو ان پر برے حکام مسلط فرما دیتے ہیں اور کسی قوم کی بھلائی چاہتے ہیں تو ان پر اچھے لوگوں کو حاکم بنا دیتے ہیں، اور بعض آسمانی کتابوں میں ہے میں اپنے دشمنوں کو اپنے دشمنوں کے ذریعہ تباہ کرتا ہوں پھر ان کو اپنے دوستوں کے ہاتھوں۔"

(۶۲) قال مالک بن دینار قرأت فی الزبور انی انتقم المنافقین بالمنافقین ثم انتقم من المنافقین

besturdubooks.wordpress.com

جمیعًا وذٰلک فی کتاب اللہ قولہ تعالٰی وکذٰلک نولّی بعض الظّٰلمین بعضا۔

وقد روی الحافظ ابن عساکر فی ترجمۃ عبد الباقی بن احمد من طریق سعید بن عبد الجبار الکرابیسی عن حماد بن سلمۃ عن عاصم عن ذر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعًا من اعان ظالما سلطہ اللہ علیہ وھذا حدیث غریب وقال بعض الشعراء:

وما من ید الا ید اللہ فوقھا

ولا ظالم الا سیبلی بظالم

ومعنی الآیۃ الکریمۃ کما ولینا ھؤلاء الخاسرین من الانس تلک الطائفۃ التی اغوتھم من الجن کذٰلک نفعل بالظالمین نسلط بعضھم علی بعض جزاء علی ظلمھم وبغیھم (تفسیر ابن کثیر ص ۱۷۶ ج ۲)

"مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں، میں نے زبور میں پڑھا ہے: میں منافقوں سے منافقوں کے ذریعہ انتقام لیتا ہوں پھر سب منافقوں سے انتقام لیتا ہوں، اور یہ کتاب اللہ میں بھی ہے وکذٰلک نولی بعض الظالمین بعضا،

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو کسی ظالم کی مدد کرتا ہے اللہ تعالٰی اس ظالم کو اس پر مسلط فرما دیتے ہیں۔

اور اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کر دیتے ہیں ان کے ظلم اور سرکشی کی سزا دینے کے لئے۔"

(۶۳) واخرج ابو الشیخ عن منصور بن ابی الاسود قال سألت الاعمش عن قولہ وکذٰلک نولّی بعض الظالمین بعضا ما سمعتھم یقولون فیہ قال سمعتھم یقولون اذا فسد الناس امر علیھم شرارھم (الدر المنثور ص ۴۶ ج ۳)

"اعمش رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: میں نے اکابر سے اس آیت کی تفسیر یہ سنی ہے کہ جب لوگ خراب ہو جاتے تو اللہ تعالٰی ان پر شریر لوگوں کو حاکم بنا دیتے ہیں۔"

(۶۴) واخرج ابن ابی حاتم وابو الشیخ عن مالک بن دینار مثل ما اخرج عنہ ابن کثیر وقد مرّ نصہ (حوالۂ بالا)

(۶۵) واخرج الحاکم فی التاریخ والبیھقی فی شعب الایمان من طریق یحیی بن ھاشم ثنا یونس بن ابی اسحٰق عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما تکونون

besturdubooks.wordpress.com

کذلک یؤمر علیکم قال البیھقی ھذا منقطع ویحییٰ ضعیف (حوالۂ بالا)

"جیسے تم ہوگے ویسے ہی تم پر حاکم مسلط کئے جائیں گے۔"

(۶۶) ابوبکرۃ: کما تکونوا یولی علیکم او یؤمر علیکم (مسند الفردوس للدیلمی ص ۳۵۲ ج ۳)

"جیسے تم ہوگے ویسے ہی تم پر حاکم مسلّط کئے جائیں گے۔"

(۶۷) عن ابی اسحٰق السبیعی کما تکونوا کذلک یولّی علیکم (شعب الایمان للبیھقی ص ۲۳ ج ۶)

"جیسے تم ہوگے ویسے ہی تم پر حاکم مسلّط کئے جائیں گے۔"

(۶۸) قال الامام السخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ: حدیث: کما تکونون یولی علیکم او یؤمر علیکم، الحاکم ومن طریقہ الدیلمی من حدیث یحییٰ بن ھاشم حدثنا یونس بن ابی اسحاق عن ابیہ اظنہ عن ابی بکرۃ مرفوعًا بھذا، ومن ھٰذا الوجہ اخرجہ البیھقی فی السابع والاربعین بلفظ: یؤمر علیکم، بدون شك وبحذف ابی بکرۃ، وقال: انہ منقطع وراویہ یحییٰ فی عداد من یضع (المقاصد الحسنۃ ص ۳۲۶)

(۶۹) ولہ طریق اخریٰ فاخرجہ ابن جمیع فی معجمہ والقضاعی فی مسندہ من جھۃ الکرمانی بن عمرو حدثنا مبارك بن فضالۃ عن الحسن عن ابی بکرۃ بلفظ: یولی علیکم، بدون شك، وفی سندہ الی مبارك مجاھیل۔

(۷۰) عند الطبرانی معناہ من طریق عمر وکعب الاحبار والحسن فانہ سمع رجلاً یدعو علی الحجاج فقال لہ: لا تفعل انکم من انفسکم اتیتم انا نخاف ان عزل الحجاج اومات ان یستولی علیکم القردۃ والخنازیر فقد روی ان اعمالکم عمالکم وکما تکونون یولی علیکم وانشد بعضھم: بذنوبنا دامت بلیتنا، واللہ یکشفھا اذا تبنا، وفی المأثور من الدعوات: اللّٰھم لا تسلط علینا بذنوبنا من لا یرحمنا، (المقاصد الحسنۃ ص ۳۲۶)

"حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو حجاج پر بددُعاء کرتے سُنا، آپ نے فرمایا: ایسا مت کرو، تم خود اپنی بداعمالیوں سے اس کو لائے ہو، ہمیں خوف ہے کہ اگر حجاج معزول ہوجائے یا مرجائے تو تم پر بندر اور خنزیر حاکم بنا دیئے جائیں، روایت ہے:

"بے شک تمہارے اعمال تم پر حاکم بنائے جاتے ہیں، اور جیسے تم ہوگے ویسے ہی تم پر حاکم مسلط کئے جائیں گے، ہمارے گناہوں سے ہم پر مصیبتیں مسلط رہتی ہیں، ہم توبہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ

besturdubooks.wordpress.com

ان مصائب سے نجات دیں گے، اور دُعاء ماثور میں ہے: یا اللہ! ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہم پر ایسا حاکم مسلط نہ فرما جو ہم پر رحم نہ کرے۔"

(۷۱) واخرج البیہقی عن کعب الاحبار قال ان لکل زمان ملکا یبعثہ اللہ علی نحو قلوب اھلہ فاذا اراد صلاحھم بعث علیھم مصلحا واذا اراد ھلکتھم بعث علیھم مترفھم (الدر المنثور ص ۴۶ ج ۳)

"ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ لوگوں کے قلوب کے حالات کے مطابق بادشاہ مسلط فرماتے ہیں جب ان کی بھلائی چاہتے ہیں تو اچھا حاکم مقدر فرماتے ہیں اور ان کی ہلاکت چاہتے ہیں تو بُرا حاکم مسلط فرماتے ہیں۔"

(۷۲) واخرج البیہقی عن الحسن ان بنی اسرائیل سألوا موسی علیہ السلام فقالوا سل لنا ربک یبین لنا علم رضاہ عنا وعلم سخطہ فسألہ فقال یا موسی انبئھم ان رضای عنھم ان استعمل علیھم خیارھم وان سخطی علیھم ان استعمل علیھم شرارھم (حوالۂ بالا)

"اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: لوگوں کو بتا دیں کہ ان سے میری رضا کی علامت یہ ہے کہ ان کے لئے اچھا حاکم مقدر کرتا ہوں اور میرے غضب کی علامت یہ ہے کہ ان پر بُرا حاکم مسلط کرتا ہوں۔"

(۷۳) واخرج البیہقی عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال حدثت ان موسی او عیسی قال یا رب ما علامۃ رضاک عن خلقک قال ان انزل علیھم الغیث ابان زرعھم واحبسہ ابان حصادھم واجعل امورھم الی حلمائھم وفیئھم فی ایدی سمحائھم قال یا رب فما علامۃ السخط قال ان انزل علیھم الغیث ابان حصادھم واحبسہ ابان زرعھم واجعل امورھم الی سفھائھم وفیئھم فی ایدی بخلائھم (حوالۂ بالا)

"اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام سے فرمایا: مخلوق سے میری رضا کی علامت یہ ہے کہ میں کھیتی بونے کے وقت بارش برساتا ہوں اور کاٹنے کے وقت روک لیتا ہوں اور ان پر بردبار لوگوں کو حاکم بناتا ہوں، اور ان کی حاجات مالیہ سخی لوگوں کے سپرد کرتا ہوں، اور میرے غضب کی علامت یہ ہے کہ کھیتی کاٹنے کے وقت بارش برساتا ہوں اور بونے کے وقت روک لیتا ہوں اور ان پر احمق لوگوں کو حاکم بناتا ہوں اور ان کی حاجات مالیہ

besturdubooks.wordpress.com

بخیل لوگوں کے سپرد کرتا ہوں۔"

(۷۴) قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ: واستدل به علی ان الرعیة اذا کانوا ظالمین فالله تعالیٰ یسلط علیهم ظالما مثلهم و فی الحدیث کما تکونوا یولی علیکم (روح المعانی ص۲۳ ج۸)

"حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں پر انہی جیسا ظالم حاکم مسلط فرماتے ہیں، اور حدیث میں ہے کہ جیسے تم ہوگے تم پر ویسا ہی حاکم مسلط کیا جائیگا۔"

(۷۵) عن ابی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالیٰ یقول انا الله لا اله الا انا مالك الملوك و ملك الملوك قلوب الملوك بیدی وان العباد اذا اطاعونی حولت قلوب ملوکهم علیهم بالرحمة والرأفة وان العباد اذا عصونی حولت قلوبهم بالسخطة والنقمة فساموهم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسکم بالدعاء علی الملوك ولکن اشغلوا انفسکم بالذکر والتضرع کی اکفیکم ملوککم (حلیہ ص ۳۸۸ ج ۲، مشکوٰۃ ص ۳۲۳)

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہوں کا مالک ہوں اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں، میرے بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں میں ان کے بادشاہوں کے دل ان کی طرف رحمت اور شفقت سے متوجہ کر دیتا ہوں، اور بندے جب میری نافرمانی کرتے ہیں میں ان کی طرف بادشاہوں کے دل غصہ اور انتقام سے متوجہ کر دیتا ہوں، سو وہ ان کو سخت عذاب چکھاتے ہیں، اس لئے خود کو بادشاہوں پر بددعاء میں مشغول نہ کرو بلکہ خود کو ذکر اللہ اور تضرّع میں مشغول کرو تاکہ میں تمہیں تمہارے بادشاہوں کے مظالم سے محفوظ رکھوں۔"

(۷۶) وکذا فی مجمع الزوائد بروایة الطبرانی (الاعتدال ص ۸۴)

(۷۷) اذا اراد الله بقوم خیرا ولی علیهم حلماءهم وقضی بینهم علماؤهم وجعل المال فی سمحائهم واذا اراد بقوم شرا ولی علیهم سفهاءهم وقضی بینهم جهالهم وجعل المال فی بخلائهم (فر) عن مهران (ض) (الجامع الصغیر ص ۱۷ ج ۱)

"جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی نیکی کی وجہ سے اس کی بھلائی چاہتے ہیں تو ان پر بردبار لوگوں کو حاکم بناتے ہیں، اور ان کے فیصلے علماء کرتے ہیں، اور مال سخی لوگوں کو دیتے ہیں، اور جب کسی قوم کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے لئے برائی مقدر فرماتے ہیں تو احمقوں کو ان پر حاکم بناتے ہیں

besturdubooks.wordpress.com

اور ان کے فیصلے جاہل لوگ کرتے ہیں، اور مال بخیل لوگوں کو دیتے ہیں۔"

(۷۸) ان اللہ تعالیٰ اذا غضب علی امۃ لم ینزل بھا عذاب خسف ولا مسخ غلت اسعارھا ویحبس عنھا امطارھا ویلی علیھا اشرارھا، ابن عساکر عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (الجامع الصغیر ص۶۶ ج ۱)

"بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر ناراض ہوتے ہیں اور ان پر زمین میں دھنسانے و صورتیں مسخ کرنے کا عذاب نازل نہیں فرماتے تو ضرورت کی چیزوں کے نرخ گراں کر دیتے ہیں، اور بارشیں روک لیتے ہیں اور ان پر بُرے حکام کو مسلط فرما دیتے ہیں۔"

(۷۹) وفی مجمع الزوائد عن جابر رضی اللہ عنہ رفعہ ان اللہ عزوجل یقول انتقم ممن اغضب بمن اغضب ثم اصیر کلا الی النار، رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ احمد بن بکر البالسی ضعیف (الاعتدال ص۸۶)

"بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جن لوگوں پر میرا غضب ہے میں ان سے انہی جیسے مغضوب لوگوں کے ذریعہ انتقام لیتا ہوں پھر سب کو جہنم میں پھینک دیتا ہوں۔"

(۸۰) لا تسبوا الائمۃ وادعوا اللہ لھم بالصلاح فان صلاحھم لکم صلاح (طب) عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ (الجامع الصغیر ص۱۹۹ ج ۲) "حکام کو گالیاں نہ دو، ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے صلاحیت کی دعاء کیا کرو، کیونکہ ان کی صلاحیت سے تمہاری صلاحیت وابستہ ہے۔"

(۸۱) لا تشغلوا قلوبکم بسب الملوک ولکن تقربوا الی اللہ تعالیٰ بالدعاء لھم یعطف اللہ قلوبھم علیکم، ابن النجار عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا (الجامع الصغیر ص۲۰۱ ج ۲)

"اپنے دلوں کو بادشاہوں کو گالیاں دینے میں مشغول نہ کرو، بلکہ ان کے لئے دعاء کرکے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو تم پر مہربان فرما دیں گے۔"

(۸۲) واخرج ابن ابی شیبۃ عن مالک بن مغول قال فی زبور داؤد علیہ السلام مکتوب انی انا اللہ لا الہ الا انا ملک الملوک قلوب الملوک بیدی فایما قوم کانوا علی طاعۃ جعلت الملوک علیھم رحمۃ وایما قوم کانوا علی معصیۃ جعلت الملوک علیھم نقمۃ لا تشغلوا انفسکم بسب الملوک ولا تتوبوا الیھم توبوا الیّ اعطف قلوبھم علیکم (الدر المنثور ص۱۸۹ ج ۲)

"حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور میں لکھا ہے: بیشک میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں، سو جو قوم میری فرمانبردار ہوتی ہے میں بادشاہوں کو ان پر رحمت بنا دیتا ہوں اور جو قوم نافرمان ہوتی ہے میں بادشاہوں کو ان پر عذاب بنا دیتا ہوں، خود کو بادشاہوں کو گالیاں دینے میں مشغول نہ کرو اور ان کی طرف توجہ نہ کرو، میری طرف توجہ کرو میں ان کے قلوب کو تم پر مہربان کر دوں گا۔"

besturdubooks.wordpress.com

(۸۳) عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ابغض المسلمون علماءھم واظھروا عمارۃ اسواقھم وتناکحوا علی جمع الدراھم رماھم اللہ عزوجل باربع خصال بالقحط من الزمان والجور من السلطان والخیانۃ من ولاۃ الاحکام والصولۃ من العدو (مستدرک حاکم ص ۳۲۵ ج ۴)

"جب مسلمان اپنے علماء سے بغض رکھیں گے اور اپنے بازاروں کی عمارت کو ظاہر کریں گے اور مال جمع کرنے پر نکاح کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو چار قسم کے عذاب میں مبتلا کریں گے، قحط، بادشاہ کا ظلم، حکام کی خیانت، دشمنوں کے حملے۔"

(۸۴) اخرج عبد بن حمید عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر اولیسلطن اللہ علیکم شرارکم ثم لیدعون خیارکم فلا یستجاب لھم (الدر المنثور ص ۳۰۰ ج ۲)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم نیک کاموں کا ضرور حکم کرتے رہو اور برے کاموں سے لازماً روکتے رہو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر بدترین لوگوں کو مسلط فرمادیں گے، پھر تمہارے نیک لوگ دعائیں کریں گے تو ان کی دعائیں قبول نہ ہونگی۔"

درمنثور اور جامع صغیر میں اس مضمون کی اور بھی بہت سی روایات ہیں۔

(۸۵) عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل لایحملنکم استبطاء الرزق ان تطلبوہ بمعاصی اللہ فانہ لایدرک ما عند اللہ الا بطاعتہ رواہ البغوی فی شرح السنۃ والبیھقی فی شعب الایمان۔

"تمہیں رزق میں تاخیر ناجائز ذرائع سے کمانے پر ہرگز برانگیختہ نہ کرے، کیونکہ اللہ کے خزانہ سے اس کو راضی کئے بغیر کچھ نہیں لیا جاسکتا۔"

(۸۶) عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت الاٰخرۃ ھمہ جعل اللہ غناہ فی قلبہ وجمع لہ شملہ واتتہ الدنیا وھی راغمۃ ومن کانت الدنیا ھمہ جعل اللہ فقرہ بین عینیہ وفرق علیہ شملہ ولم یأتہ من الدنیا الا ما قدر لہ۔ رواہ الترمذی۔

"جس کے قلب میں آخرت کی اہمیت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو غنا سے بھر دیتے ہیں"

besturdubooks.wordpress.com

اور اس کی حاجات پوری فرماتے ہیں اور دنیا اس کے پاس ناک رگڑتی آتی ہے، اور جس کے دل میں دنیا کی اہمیت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو فقر و فاقہ سے خوفزدہ رکھتے ہیں اور اسکی حاجات پوری نہیں ہونے دیتے اور دنیا بھی اتنی ہی ملتی ہے جتنی مقدر ہے۔"

(۸۷) عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال کنت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما فقال یا غلام احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک واذا سألت فاسأل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیء لم ینفعوک الا بشیء قد کتبہ اللہ لک ولو اجتمعوا علی ان یضروک بشیء لم یضروک الا بشیء قد کتبہ اللہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف رواہ احمد والترمذی۔

"اللہ کے احکام کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت کریگا، اللہ کے احکام کی حفاظت کر تو اللہ کو ہر حاجت میں سامنے پائے گا، اور سوال کر تو صرف اللہ سے اور مدد طلب کر تو صرف اللہ سے اور یقین رکھ کہ پوری دنیا ملکر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہے تو اس سے زیادہ نفع ہرگز نہیں پہنچا سکے گی جو اللہ نے تیری قسمت میں لکھا ہے، اور اگر پوری دنیا جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو اس سے زیادہ نقصان ہرگز نہیں پہنچا سکے گی جو اللہ نے تیری تقدیر میں لکھا ہے، تقدیر کے قلم چل چکے اور نوشتہ دفتر خشک ہو چکے۔"

(۸۸) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال ربکم عزوجل لو ان عبیدی اطاعونی لاسقیتھم المطر باللیل واطلعت علیھم الشمس بالنھار ولما اسمعتھم صوت الرعد۔ رواہ احمد۔

"اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں ان کو رات میں بارش سے سیراب کروں اور دن کو دھوپ نکال دوں اور ان کو بجلی کی آواز نہ سناؤں۔"

(۸۹) عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی لاعلم أیۃ لو اخذ الناس بھا لکفتھم ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ رواہ احمد وابن ماجۃ۔

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اس پر عمل کریں تو وہ ان کو کافی ہو جائے۔"

besturdubooks.wordpress.com

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ،

"جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ پیدا فرما دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا"

(۹۰) قال حنظلۃ الاسلمی بعث ابوبکر خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما الی اھل الردۃ وامرہ ان یقاتلھم علی خمس خصال فمن ترک واحدۃ من الخمس قاتلہ شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ واقام الصلاۃ وایتاء الزکاۃ وصیام شھر رمضان وحج البیت (خمیس ص۲۰۵ ج۲)

"حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرتدین کے ساتھ جہاد کے لئے لشکر پر امیر بنا کر بھیجا تو ان کو وصیت فرمائی :

"ان سے پانچ چیزوں پر قتال کریں ، کلمۂ شہادت ، نماز ، زکوٰۃ ، روزہ ، حج"

یعنی جو شخص ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے اس سے قتال کریں ۔

(۹۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں "اجنادین" میں رومیوں سے بہت زبردست جنگ ہوئی ، اس میں قصۂ ذیل پیش آیا :

عن ابن اسحٰق لما تراءای العسکران بعث القلنقار رجلا عربیا فقال لہ ادخل فی ھؤلاء القوم فاقم فیھم یوما ولیلۃ ثم ائتنی بخبرھم فدخل فی الناس رجل عربی لا ینکر علیہ فاقام فیھم یوما ولیلۃ ثم اتاہ فقال لہ ما وراءک فقال لہ باللیل رھبان وبالنھار فرسان ولو سرق ابن ملکھم لقطعوا یدہ ولو زنی لرجم لاقامۃ الحق فیھم فقال لہ القلنقار لئن کنت صدقتنی لبطن الارض خیر من لقاء ھؤلاء علی ظھرھا ولوددت ان اللہ یخلی بینی وبینھم فلا ینصرنی علیھم ولا ینصرھم علیّ (خمیس ص۲۳۵ ج ۲)

"رومیوں کے سپہ سالار نے ایک عربی شخص کو مسلمانوں کے حالات کی تحقیق کرنے کیلئے جاسوس بنا کر بھیجا اور اس سے کہا کہ ایک دن رات مسلمانوں کے لشکر میں رہ کر ان کے حالات کی خبر دے ، چونکہ وہ عربی تھا اس لئے ان میں ایک دن رات بے تکلف رہا ، اس نے واپس جا کر بتایا :

"یہ لوگ رات کو راہب ہیں اور دن میں شہسوار ، یعنی رات بھر اللہ کے سامنے ناک رگڑتے ہیں اور دن بھر گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کرتے ہیں ، اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرے تو حمایت حق کے لئے اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیں اور زنا کرے تو اس کو بھی سنگسار کر دیں"

سپہ سالار نے کہا :

besturdubooks.wordpress.com

"اگر تو نے سچ کہا ہے تو ایسے لوگوں کے مقابلہ سے موت بہتر ہے"

(۹۲) فکتب الامراء الی ابی بکر و عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما یعلمونہما بما وقع من الامر العظیم فکتب الیھمان اجتمعوا وکونوا جندا واحدا والقوا جنود المشرکین فانتم انصار اللّٰہ واللّٰہ ناصر من نصرہ وخاذل من کفرہ ولن یؤتی مثلکم عن قلۃ ولکن من تلقاء الذنوب فاحترسوا منھا (البدایۃ والنہایۃ ص ۵ ج ۷)

"حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے امراء نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں ہرقل کی فوج کی زبردست کثرت وقوت کی خبر لکھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا:

"تم سب مل کر ایک لشکر بن جاؤ اور مشرکین کا مقابلہ کرو، تم اللہ تعالیٰ کے انصار ہو، اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبرداروں کی مدد فرماتے ہیں اور نافرمانوں کو ذلیل کرتے ہیں، تم قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوسکتے، لیکن معاصی میں مبتلا ہونے سے کثرت عدد کے باوجود مغلوب ہوگے، اس لئے معاصی سے بچو"

(۹۳) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ یرموک میں حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی کامیابیوں پر مبارک باد لکھی جس کے ساتھ یہ نصیحت بھی تحریر فرمائی:

ولا یدخلنک عجب فتخسر وتخذل وایاک ان تدل بعمل فان اللّٰہ تعالیٰ لہ المن وھو ولی الجزاء (خمیس ص ۲۲۹ ج ۲)

"تمہارے اندر عجب وغرور ہرگز نہ آنے پائے، اس سے نقصان اٹھاؤ گے اور ذلیل ہوگے اپنے کسی عمل پر ناز ہرگز نہ کرنا، بلاشبہہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا احسان ہے اور وہی جزاء دینے والا ہے"

(۹۴) قال عمر لعتبۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما ۔ ۔ ۔ ۔ فانی ارید اوجھک الی ارض الھند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فسر علی برکۃ اللّٰہ واتق اللّٰہ ما استطعت واحکم بالعدل وصل الصلوٰۃ لوقتھا واکثر ذکر اللّٰہ (طبری ص ۹۰ ج ۴)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بناکر یہ وصیت فرمائی:

"حتی الامکان تقویٰ اختیار کرنا اور انصاف سے فیصلہ کرنا اور نماز کو وقت پر ادا کرنا اور ذکر اللہ کثرت سے جاری رکھنا"

besturdubooks.wordpress.com

(۹۵) فارسل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقدم علیہ فامرہ علی حرب العراق واوصاہ فقال :

یا سعد بن وھیب لا یغرنک من اللہ ان قیل خال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصاحب رسول اللہ فان اللہ عزوجل لا یمحوالسیئ بالسیئ لکنہ یمحوالسیئ بالحسن فان اللہ لیس بینہ وبین احد نسب الا طاعتہ فالناس شریفھم ووضیعھم فی ذات اللہ سواء، اللہ ربھم وھم عبادہ یتفاضلون بالعافیۃ ویدرکون ماعندہ بالطاعۃ فانظر الامر الذی رأیت النبی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم علیہ منذ بعث الی ان فارقنا فالزمہ فانہ الامر ھذہ عظتی ایاک ان ترکتھا ورغبت عنھا حبط عملک وکنت من الخاسرین ولما اراد ان یسرحہ دعاہ فقال انی قد ولیتک حرب العراق فاحفظ وصیتی فانک تقدم علی امر شدید کریہ لا یخلص منہ الا الحق فعوّد نفسک ومن معک الخیر واستفتح بہ، واعلم ان لکل عادۃ عتادا فعتاد الخیر الصبر فالصبر الصبر علی ما اصابک اونابک یجتمع لک خشیۃ اللہ واعلم ان خشیۃ اللہ تجتمع فی امرین فی طاعتہ واجتناب معصیتہ وانما اطاعہ من اطاعہ ببغض الدنیا وحبّ الاخرۃ وعصاہ من عصاہ بحب الدنیا وبغض الاخرۃ وللقلوب حقائق ینشئھا اللہ انشاء منھا السر ومنھا العلانیۃ فاما العلانیۃ فان یکون حامدہ وذامہ فی الحق سواء واما السر فیعرف بظھور الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ وبمحبۃ الناس فلا تزھد فی التحبب فان النبیین قد سألوا محبتھم وان اللہ اذا احب عبدا حبّبہ واذا ابغض عبدا بغضہ فاعتبر منزلتک عند اللہ تعالیٰ بمنزلتک عند الناس ممن یشرع معک فی امرک (طبری ص ۴ ج ۳، البدایۃ والنہایۃ ص ۳۵ ج ۷)

”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عراق کی جنگ میں امیر لشکر بنا کر بھیجا تو ان کو یوں نصیحت فرمائی :

”اے سعد ! اس پر غرور نہ کرنا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماموں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتے بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتے ہیں، اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کوئی رشتہ نہیں، اس سے صرف بندگی کا معاملہ ہے، اس کے ہاں شریف و ذلیل سب برابر ہیں، باہم تفاوت مراتب ہے تو عافیت نفس اور گناہوں سے بچنے میں ہے، اس کے انعامات اس کی اطاعت سے حاصل ہوتے ہیں، حضور

besturdubooks.wordpress.com

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی نبوت کے بعد سے وصال تک جو تم نے دیکھی ہے اس کو پیش نظر رکھنا اور اس کو مضبوط پکڑنا، یہ میری خاص نصیحت ہے اگر اس کو تم نے نہ مانا تو عمل ضائع ہوگا اور نقصان اُٹھاؤ گے۔

تم ایک بہت سخت اور دشوار کام کے لئے بھیجے جا رہے ہو جس کی ذمہ داریوں سے خلاصی اتباع حق کے سوا اور کسی صورت میں نہیں ہو سکتی، اس لئے اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو بھلائی کا عادی بنانا۔

اللہ کا خوف کرنا اور اللہ کا خوف دو چیزوں میں مجتمع ہے، اس کی اطاعت میں اور اسکی معصیت سے اجتناب میں، اور اللہ کی اطاعت جس کو بھی نصیب ہوئی وہ دنیا سے بغض اور آخرت کی محبت سے نصیب ہوئی، اور جس نے بھی اللہ کی معصیت کی اس نے دنیا کی محبت اور آخرت سے بغض کی وجہ سے کی۔"

(۹٦) وحدث عن خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ من سمعہ یقول شهدت عشرین زحفا فلم ارقوما اصبر لوقع السیوف ولا اضرب بها ولا اثبت اقداما من بنی حنیفة یوم الیمامة انا لما فرغنا من طلیحة الکذاب ولم تکن له شوکة قلت کلمة والبلاء موکل بالقول وما بنو حنیفة ما هی الا کمن لقینا فلقینا قوما لیسوا یشبهون احدا ولقد صبروا لنا من حین طلعت الشمس الی صلاة العصر حتی قتل عدو اللہ (خمیس ص ۲۱٦ ج ۲)

"حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب ہم طلیحہ کذاب سے نبٹ کر فارغ ہوئے اور اس کی شوکت کچھ زیادہ نہ تھی اس کے بعد بنی حنیفہ کی طرف متوجہ ہوئے تو میری زبان سے ایک کلمۂ عجب نکل گیا، اور مصیبت گویائی کے ساتھ وابستہ ہے میں نے کہدیا:

بنی حنیفہ ہیں ہی کیا چیز؟ یہ بھی طلیحہ کی جماعت جیسے ہی ہیں جن سے ہم نبٹ چکے ہیں، مگر جب ہم بنی حنیفہ سے بھڑے تو ہم نے دیکھا کہ ان جیسی کوئی جماعت نہیں، طلوع آفتاب سے لے کر نماز عصر تک وہ برابر مقابلے میں ڈٹے رہے اس کے بعد ان کو شکست ہوئی۔"

منہ سے ایسا ایک کلمہ نکل جانے کا یہ اثر ہوا تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ نصرت کیسے آسکتی ہے؟

(۹۷) قال سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ لینصرن اللہ ولیه، ولیظهرن اللہ دینه،

besturdubooks.wordpress.com

ولیہزمن اللہ عدوہ ان لم یکن فی الجیش بغی او ذنوب تغلب الحسنات
(البدایۃ والنہایۃ ص ۶۵ ج ۷)

"حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:
"اللہ کی قسم! اللہ اپنے دوستوں کی ضرور مدد کریگا اور اپنے دین کو ضرور غالب کرے گا اور اپنے دشمنوں کو ضرور مغلوب کریگا جب تک لشکر میں ظلم نہ ہو اور نیکیوں پر گناہ غالب نہ ہوجائیں"۔
یہ پورا قصہ آگے فتح مدائن کے بیان میں آرہا ہے۔

(۹۸) ونزل سعد رضی اللہ عنہ القادسیۃ واقام بہا شہرا لم یأتہ من الفرس احد فارسل سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ عاصم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی میسان فطلب غنما وبقرا فلم یقدر علیہا وتحصن منہ من ہناک فاصاب عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رجلا بجانب اجمۃ فسألہ عن البقر والغنم فقال ما اعلم فصاح ثور من الاجمۃ کذب عدو اللہ ہا نحن! فدخل فاستاق البقر فاتی بہا العسکر، فقسمہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی الناس فاخصبوا ایاما، فبلغ ذلک الحجاج فی زمانہ فارسل الی جماعۃ فسألہم فشہدوا انہم سمعوا ذلک وشاہدوہ، فقال کذبتم، قالوا ذلک ان کنت شہدتہا وغبنا عنہا، قال صدقتم فما کان الناس یقولون فی ذلک، قالوا انہ یستدل بہا علی رضی اللہ وفتح عدونا، فقال مایکون ہذا والجمع ابرار اتقیاء قالوا ما ندری ما اجنت قلوبہم فاما ما رأینا فما رأینا قط ازہد فی دنیا منہم ولا اشد بغضا لہا، لیس فیہم جبان ولا عار ولا غدار، وذلک یوم الاباقر (الکامل لابن الاثیر ص ۴۵۴ ج ۲)

"حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادسیہ میں ایک ماہ قیام فرمایا لشکر کے پاس خورونوش کا سامان نہ رہا تو آپ نے حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میسان کی طرف بھیجا، انھوں نے لشکر کے خورونوش کے لئے کوئی گائے بکری تلاش کی مگر دستیاب نہ ہوئی، اہل فارس کا ایک چرواہا ایک بن کے پاس ملا، اس سے دریافت کیا کہ کوئی گائے بکری مل سکتی ہے؟ اس نے جھوٹ کہدیا کہ مجھے خبر نہیں۔ بن کے اندر سے ایک بیل نے آواز دی:
"کذب عدو اللہ ہا نحن"
"اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا، ہم یہاں موجود ہیں"
عاصم بن میں جاکر اس کو پکڑلائے، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو لشکر پر

besturdubooks.wordpress.com

تقسیم کیا، لوگوں نے کئی دن خوب کھایا۔

حجاج بن یوسف کے زمانہ میں اس کے سامنے اس قصہ کا تذکرہ آیا، اس نے لوگوں کو بلاکر اس کی تصدیق کی، حجاج نے کہا:

"لوگ اس واقعہ سے متعلق کیا خیال کرتے تھے۔"

انھوں نے کہا:

"لوگ اس واقعہ سے اس پر استدلال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہیں اور فتوحات ان کے ہمرکاب ہیں۔"

حجاج نے کہا:

"یہ جب ہوسکتا ہے کہ پورا لشکر صالح و متقی ہو۔"

لوگوں نے کہا:

"لشکر کے دلوں کی بات تو ہمیں معلوم نہیں، لیکن ظاہر میں ہم نے جو کچھ دیکھا وہ یہ ہے کہ دنیا کے بارے میں ان سے زیادہ زاہد اور دنیا کے ساتھ ان سے زیادہ بغض رکھنے والا ہم نے کوئی نہیں دیکھا، ان میں کوئی بزدل اور کوئی شریر اور کوئی غدار نہ تھا۔"

(۹۹) وقد سأل (هرقل) رجلا ممن اتبعه كان قد اسر مع المسلمين، فقال اخبرني عن هؤلاء القوم، فقال اخبرك كأنك تنظر اليهم هم فرسان بالنهار رهبان بالليل، لا يأكلون في ذمتهم الا بثمن، ولا يدخلون الا بسلام، يقفون على من حاربوه حتى يأتوا عليه، فقال لئن كنت صدقتني ليملكن موضع قدمي هاتين

(البداية والنهاية ص۵۳ ج۷، طبری ص۹۹ ج۳)

ایک شخص مسلمانوں کی قید سے نکل کر ہرقل کے پاس پہنچا تو ہرقل نے اس سے مسلمانوں کے حالات دریافت کئے، اس نے کہا:

"یہ لوگ دن میں شہسوار ہیں رات میں راہب، ذمیوں سے بھی کوئی چیز بلا قیمت نہیں لیتے، ایک دوسرے سے جب بھی ملتے ہیں تو سلام کرتے ہیں، جنگ میں جب تک دشمن پر غالب نہیں آجاتے میدان نہیں چھوڑتے۔"

ہرقل نے کہا:

"اگر تو نے سچ بتایا ہے تو وہ اس جگہ کے مالک بن کر رہیں گے۔"

besturdubooks.wordpress.com

یہاں صرف وہ آیات واحادیث وآثار نقل کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے جو بلا قصد استقصاء صرف سرسری توجہ سے ذہن میں آگئیں، ورنہ اس مضمون کی سب آیات واحادیث کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل ضخیم جلد بن جائے۔

ان میں سے بعض میں فوز وفلاح کے لئے صراحۃً شرطِ تقویٰ مذکور ہے اور بعض میں مقتضیاتِ تقویٰ، یعنی ایمان باللہ، تعلق مع اللہ، توکل علی اللہ، صبر واستقامت وغیرہا۔

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دوسرے جن حضرات نے ہر فیصلہ اور ہر اقدام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو پیش نظر رکھا اور قادر مطلق کے قانون اور اس کی رضا جوئی کو ہر سیاست ومصلحت پر مقدم رکھا، اللہ تعالیٰ نے ہر مرحلہ اور ہر قدم پر ان کو فتح ونصرت سے ہمکنار وکامران فرمایا اور تمامتر اسباب ظاہرہ کے سراسر خلاف ایسے ذرائع سے مدد فرمائی جن کو اہل دنیا کی عقل ناممکن سمجھتی ہے، بطور مثال اس قسم کے چند واقعات نقل کئے جاتے ہیں:

(۱) عن ابن المنکدر ان سفینۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخطأ الجیش بارض الروم او اسر فانطلق ھاربا یلتمس الجیش فاذا ھو بالاسد فقال یا ابا الحرث انا مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان من امری کیت وکیت فاقبل الاسد لہ بصبصۃ حتی قام الی جنبہ کلما سمع صوتا اھوی الیہ ثم اقبل یمشی الی جنبہ حتی بلغ الجیش ثم رجع الاسد، رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ ص۵۴۵)

”حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روم میں لشکر سے بچھڑ گئے، یا قید سے چھوٹ کر بھاگے اچانک ایک شیر سامنے آگیا، انھوں نے اس سے فرمایا:

”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں، لشکر سے بچھڑ گیا ہوں“

وہ شیر دُم ہلاتا ہوا ان کے ساتھ ہولیا، جہاں کہیں کوئی خطرہ کی آواز سنتا وہ اس طرف جھپٹتا، اس سے نمٹ کر پھر ان کے ساتھ چلنے لگتا، حتیٰ کہ ان کو لشکر تک پہنچا کر واپس چلا گیا“

(۲) خلافت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں حضرت عقبۃ بن نافع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح افریقہ کے بعد مصالح جہاد کے پیش نظر وہاں ایک نیا شہر ”قیروان“ بسایا، اس شہر کی بنیاد کا قصہ یہ ہے:

besturdubooks.wordpress.com

فجمع عقبة حينئذ اصحابه وقال : ان اهل هٰذه البلاد قوم لاخلاق لهم، اذا عضهم السيف اسلموا و اذا رجع المسلمون عنهم عادوا الى عادتهم ودينهم، ولست ارى نزول المسلمين بين اظهرهم رأيا، وقد رأيت ان ابنى هٰهنا مدينة يسكنها المسلمون، فاستصوبوا رأيه فجاؤوا الى موضع القيروان وهى فى طرف البر وهى اجمة عظيمة وغيضة لا يشقها الحيات من تشابك اشجارها، وقال انما اخترت هذا الموضع لبعده من البحر لئلا تطرقها مراكب الروم فتهلكها وهى فى وسط البلاد، ثم امر اصحابه بالبناء فقالوا :

هٰذه غياض كثيرة السباع والهوام فنخاف على انفسنا هنا، وكان عقبة مستجاب الدعوة فجمع من كان فى عسكره من الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم وكانوا ثمانية عشر ونادى : اينها الحشرات والسباع نحن اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فارحلوا عنا فانا نازلون فمن وجدناه بعد قتلناه، فنظر الناس يومئذ الى امرها ئل، كان السبع يحمل اشباله والذئب يحمل اجراءه والحية تحمل اولادها وهم خارجون اسرابا اسرابا فحمل ذٰلك كثيرا من البربر على الاسلام، ثم اختط دار الامارة واختط الناس حوله واقاموا بعد ذٰلك اربعين عاما لا يرون فيها حية ولا عقربا، (معجم البلدان ص ۴۲۰ ج ۴)

”حضرت عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فوجیوں نے کہا :

”یہاں درندے اور سانپ بچھو وغیرہ موذی جانور بہت ہیں، اس لئے ہمیں یہاں ٹھہرنے میں خطرہ ہے۔“

حضرت عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لشکر سے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع کیا جو اٹھارہ تھے، پھر اعلان کیا :

”اے زمین کے اندر رہنے والے موذی جانورو اور درندو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، یہاں رہنا چاہتے ہیں، اس لئے تم یہاں سے چلے جاؤ، اس کے بعد تم میں سے جس کو بھی ہم پائیں گے قتل کر دیں گے۔“

سو لوگوں نے خوفناک منظر دیکھا کہ شیر، بھیڑیے اور سانپ اپنے بچوں کو اٹھائے غول در غول بھاگے جا رہے ہیں، یہ دیکھ کر دشمن کی قوم ”بربر“ کے بہت سے لوگ

besturdubooks.wordpress.com

مسلمان ہو گئے۔

اس کے بعد یہ حضرات وہاں چالیس سال رہے، اس عرصہ میں انھوں نے وہاں نہ کوئی سانپ دیکھا نہ بچھو۔"

۳ ذکر فتح المدائن وملک کسریٰ:

لما فتح سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہرشیر واستقربھا، وذلک فی صفۃ لم یجد فیھا احداً ولا شیئاً مما یغنم، بل قد تحولوا بکما ھم الی المدائن ورکبوا السفن وضموا السفن الیھم، ولم یجد سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیئاً من السفن وتعذر علیہ تحصیل شیء منھا بالکلیۃ، وقد زادت دجلۃ زیادۃ عظیمۃ واسودّ ماؤھا، ورمت بالزبد من کثرۃ الماء بھا، واخبر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بان کسریٰ یزدجرد عازم علی اخذ الاموال والامتعۃ من المدائن الی حلوان، وانک ان لم تدرکہ قبل ثلاث فات علیک وتفارط الامر، فخطب سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ المسلمین علی شاطئ دجلۃ، فحمد اللہ واثنی علیہ وقال ان عدوکم قد اعتصم منکم بھذا البحر فلا تخلصون الیھم معہ، وھم یخلصون الیکم اذا شاؤا فینا وشونکم فی سفنھم، ولیس وراءکم شیء تخافون ان تؤتوا منہ، وقد رأیت ان تبادروا جھاد العدو بنیاتکم قبل ان تحصرکم الدنیا، الا انی قد عزمت علی قطع ھذا البحر الیھم، فقالوا جمیعاً: عزم اللہ لنا ولک علی الرشد فافعل، فعند ذلک ندب سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ الناس الی العبور ویقول: من یبدأ فیحمی لنا الفراض- یعنی ثغرۃ المخاضۃ من الناحیۃ الاخری- لیجوز الناس الیھم آمنین، فانتدب عاصم بن عمرو وذوالبأس من الناس قریب من ستمائۃ فأمّر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیھم عاصم بن عمرو فوقفوا علی حافۃ دجلۃ فقال عاصم: من ینتدب معی لنکون قبل الناس دخولا فی ھذا البحر فنحمی الفراض من الجانب الآخر؟ فانتدب لہ ستون من الشجعان المذکورین- والاعاجم وقوف صفوفاً من الجانب الآخر- فتقدم رجل من المسلمین وقد احجم الناس عن الخوض فی دجلۃ، فقال: اتخافون من ھذہ النطفۃ؟ ثم تلا قولہ تعالیٰ:

"وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتاباً مؤجلاً"

ثم اقحم فرسہ فیھا واقتحم الناس، وقد افترق الستون فرقتین اصحاب

besturdubooks.wordpress.com

الخیل للذکور: واصحاب الخیل الاناث، فلما رآهم الفرس یطفون علی وجه الماء قالوا: دیوانا دیوانا، یقولون مجانین مجانین، ثم قالوا: واللّٰہ ما تقاتلون انسًا بل تقاتلون جنًّا، ثم ارسلوا فرسانًا منهم فی الماء یلتقون اوّل المسلمین لیمنعوهم من الخروج من الماء، فامر عاصم بن عمرو اصحابه ان یشرعوا لهم الرماح و ینوخوا الاعین، ففعلوا ذلک بالفرس فقلعوا عیون خیولهم، فرجعوا امام المسلمین لا یملکون کف خیولهم حتی خرجوا من الماء واتبعهم عاصم واصحابه فساقوا وراءهم حتی طردوهم عن الجانب الآخر، ووقفوا علی حافة الدجلة من الجانب الآخر ونزل بقیة اصحاب عاصم من الستمائة فی دجلة فخاضوها حتی وصلوا الی اصحابهم من الجانب الآخر فقاتلوا مع اصحابهم حتی نفوا الفرس عن ذلک الجانب وکانوا یسمون الکتیبة الاولی کتیبة الاهوال، وامیرها عاصم بن عمرو، والکتیبة الثانیة الکتیبة الخرساء وامیرها القعقاع بن عمرو، وهذا کله وسعد والمسلمون ینظرون الی ما یصنع هؤلاء الفرسان بالفرس، وسعد رضی اللّٰہ تعالی عنہ واقف علی شاطیٔ دجلة، ثم نزل سعد ببقیة الجیش، وذلک حین نظروا الی الجانب الآخر قد تحصن بمن حصل فیه من الفرسان المسلمین، وقد امر سعد رضی اللّٰہ تعالی عنہ المسلمین عند دخول الماء ان یقولوا:

"نستعین باللّٰہ ونتوکل علیه، حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل، ولا حول ولا قوة الا باللّٰہ العلی العظیم"

ثم اقتحم بفرسه دجلة واقتحم الناس لم یتخلف عنه احد، فساروا فیها کأنما یسیرون علی وجه الارض حتی ملؤا ما بین الجانبین، فلا یری وجه الماء من الفرسان والرجالة، وجعل الناس یتحدثون علی وجه الماء کما یتحدثون علی وجه الارض، وذلک لما حصل لهم من الطمانینة والامن، والوثوق بامر اللّٰہ ووعده ونصره وتأییده، ولان امیرهم سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰہ تعالی عنہ احد العشرة المشهود لهم بالجنة، وقد توفی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وهو عنه راض، ودعا له، فقال:

"اللّٰهم اجب دعوته، وسدد رمیته"

besturdubooks.wordpress.com

والمقطوع به ان سعداً دعا لجیشه هذا فی هذا الیوم بالسلامة والنصر، وقد رمی بهم فی هذا الیم فسددهم اللّٰه وسلمهم، فلم یفقد من المسلمین رجل واحد غیر ان رجلاً واحداً یقال له غرقدة البارقی، زل عن فرس له شقراء، فاخذ القعقاع بن عمرو بلجامها، واخذ بید الرجل حتی عدله علی فرسه، وکان من الشجعان، فقال:

"عجز النساء ان یلدن مثل القعقاع بن عمرو"

ولم یعدم للمسلمین شیء من امتعتهم غیر قدح من خشب لرجل یقال له مالک بن عامر، کانت علاقته رثة فاخذه الموج فدعا صاحبه اللّٰه عزّ وجلّ، وقال:

"اللّٰهمّ لا تجعلنی من بینهم یذهب متاعی"۔

فرده الموج الی الجانب الذی یقصدونه فاخذه الناس ثم ردوه علی صاحبه بعینه، وکان الفرس اذا اعیا وهو فی الماء یقیض اللّٰه له مثل النشز المرتفع فیقف علیه فیستریح، وحتی ان بعض الخیل لیسیر وما یصل الماء الی حزامها، وکان یوماً عظیماً وامراً هائلاً، وخطباً جلیلاً، وخارقاً باهراً، ومعجزة لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خلقها اللّٰه لاصحابه لم یر مثلها فی تلک البلاد، ولا فی بقعة من البقاع، سوی قضیة العلاء بن الحضرمی المتقدمة، بل هذا اجل واعظم، فان هذا الجیش کان اضعاف ذلک، قالوا: وکان الذی یسایر سعد بن ابی وقاص فی الماء سلمان الفارسی، فجعل سعد رضی اللّٰه تعالیٰ عنه یقول:

"حسبنا اللّٰه ونعم الوکیل، واللّٰه لینصرن اللّٰه ولیه ولیظهرن اللّٰه دینه، ولیهزمن اللّٰه عدوه، ان لم یکن فی الجیش بغی او ذنوب تغلب الحسنات"

فقال له سلمان:

"ان الاسلام جدید، ذللت لهم واللّٰه البحور کما ذلل لهم البر، اما والذی نفس سلمان بیده لیخرجن منه افواجاً کما دخلوا افواجاً"

فخرجوا منه کما قال سلمان لم یغرق منهم احد، ولم یفقدوا شیئاً۔

ولما استقل المسلمون علی وجه الارض خرجت الخیول تنفض اعرافها صاهلة، فساقوا وراء الاعاجم حتی دخلوا المدائن، فلم یجدوا بها احداً، بل قد اخذ کسریٰ اهله وما قدروا علیه من الاموال والامتعة والحواصل وترکوا ما عجزوا عنه من

besturdubooks.wordpress.com

الانعام والثياب والمتاع ، والأنية والالطاف والادهان ما لا يدرى قيمته ، وكان فى خزانة كسرى ثلاثة آلاف الف الف الف دينار ثلاث مرات فاخذوا من ذلك ما قدروا عليه وتركوا ما عجزوا عنه وهو مقدار النصف من ذلك او ما يقاربه ، فكان اول من دخل المدائن كتيبة الاهوال ثم الكتيبة الخرساء ، فاخذوا فى سككها لا يلقون احدًا ولا يخشونه غير القصر الابيض ففيه مقاتلة وهو محصن -

فلما جاء سعد رضى الله تعالىٰ عنه بالجيش دعا اهل القصر الابيض ثلاثة ايام على لسان سلمان الفارسى ، فلما كان اليوم الثالث نزلوا منه وسكنه سعد واتخذ الايوان مصلى ، وحين دخله تلا قوله تعالىٰ :

” كم تركوا من جنات وعيون وزروع ومقام كريم ، ونعمة كانوا فيها فاكهين كذلك واورثناها قومًا آخرين “

ثم تقدم الى صدره فصلى ثمان ركعات صلاة الفتح ، وذكر سيف فى روايته انه صلاها بتسليمة واحدة وانه جمع بالايوان فى صفر من هذه السنة فكانت اول جمعة جمعت بالعراق ، وذلك لان سعدًا رضى الله تعالىٰ عنه نوى الاقامة بها ، وبعث الى العيالات فانزلهم دور المدائن واستوطنوها ، حتى فتحوا جلولاء وتكريت والموصل ، ثم تحولوا الى الكوفة بعد ذلك كما سنذكره ، ثم ارسل السرايا فى اثر كسرى يزدجرد فلحق بهم طائفة فقتلوهم وشردوهم واستلبوا منهم اموالا عظيمة ، واكثر ما استرجعوا من ملابس كسرى وتاجه وحليه ، وشرع سعد رضى الله تعالىٰ عنه فى تحصيل ما هنالك من الاموال والحواصل والتحف مما لا يقوم ولا يحد ولا يوصف كثرة وعظمة ، وقد روينا انه كان هناك تماثيل من جص فنظر سعد رضى الله تعالىٰ عنه الى احدها واذا هو يشير باصبعه الى مكان ، فقال سعد : ان هذا لم يوضع هكذا سدى فاخذوا ما يسامت اصبعه فوجدوا قبالتها كنزًا عظيما من كنوز الاكاسرة الاوائل ، فاخرجوا منه اموالا عظيمة جزيلة ، وحواصل باهرة وتحفًا فاخرة واستحوذ المسلمون على ما هنالك اجمع مما لم ير احد فى الدنيا اعجب منه ، وكان فى جملة ذلك تاج كسرى وهو مكلل بالجواهر النفيسة التى تحير الابصار ، ومنطقته كذلك وسيفه وسواره وقباؤه وبساط ايوانه ، وكان مربعًا ستون ذراعا فى مثلها من كل جانب ، والبساط

besturdubooks.wordpress.com

مثله سواء، وهو منسوج بالذهب واللآلئ والجواهر الثمينة، وفيه مصور جميع ممالك كسرى، بلاده بأنهارها وقلاعها، واقاليمها، وكنوزها، وصفة الزروع والاشجار التي في بلاده، فكان اذا جلس على كرسي مملكته ودخل تحت تاجه، وتاجه معلق بسلاسل الذهب، لانه كان لا يستطيع ان يقله على رأسه لثقله، بل كان يجيء فيجلس تحته ثم يدخل رأسه تحت التاج وسلاسل الذهب تحمله عنه، وهو يستره حال لبسه، فاذا رفع الحجاب عنه خرت له الامراء سجودا - وعليه المنطقة والسواران والسيف والقباء المرصع بالجواهر فينظر في البلدان واحدة واحدة، فيسأل عنها ومن فيها من النواب، وهل حدث فيها شيء من الحوادث؟ فيخبره بذلك ولاة الامور بين يديه - ثم ينتقل الى الاخرى، وهكذا حتى يسأل عن احوال بلاده في كل وقت لا يهمل امر المملكة، وقد وضعوا هذا البساط بين يديه تذكارا له بشأن الممالك وهو اصلاح جيد منهم في امر السياسة فلما جاء قدر الله زالت تلك الايدي عن تلك الممالك والاراضي وتسلمها المسلمون من ايديهم قسرا، وكسروا شوكتهم عنها واخذوها بامر الله صافية ضافية، ولله الحمد والمنة

(البداية والنهاية ص۶۴ ج ۷، طبری ص۱۹ ج ۳)

”کسریٰ تک پہنچنے میں دریائے دجلہ حائل تھا، امیر لشکر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انتہائی کوشش کے باوجود کوئی کشتی نہ مل سکی، ادھر دجلہ میں بہت زبردست طوفان بپا تھا، بہت ہولناک موجوں کے تصادم سے دریا جھاگ پھینک رہا تھا، پانی بالکل سیاہ نظر آرہا تھا، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دجلہ کے کنارے پر اپنے لشکر سے خطاب فرمایا، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا :

”دشمن تک پہنچنے کے لئے اس دریا کو عبور کئے بغیر کوئی راستہ نہیں، میں نے اس سمندر کو قطع کرکے دشمن تک پہنچنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“

پورے لشکر نے اس فیصلہ کا پرجوش خیر مقدم کیا، آپ نے حکم دیا :

”دریا میں گھوڑے ڈال دو“

دشمن نے یہ منظر دیکھا تو چلانے لگے : ”دیوانے دیوانے“

پھر آپس میں کہنے لگے :

besturdubooks.wordpress.com

"تم انسانوں سے قتال نہیں کر رہے، تمہارے مقابلہ میں جنات ہیں۔"

دریا میں گھوڑے اُتارتے وقت حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر کو یہ کلمات کہنے کا حکم دیا:

"نستعین باللہ ونتوکل علیہ، حسبنا اللہ ونعم الوکیل، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

پھر آپ نے دریا میں گھوڑا ڈال دیا، ساتھ ہی پورے لشکر نے بھی بے دھڑک دریا میں اپنے گھوڑے ڈال دیئے، ایک شخص نے دریا میں گھوڑا ڈالتے وقت کہا:

"اس نطفہ سے ڈرتے ہو؟"

پھر اس نے یہ آیت پڑھی:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا (۳ - ۱۴۵)

"اور اللہ کے حکم کے بغیر کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں، اسکی معین میعاد لکھی رہتی ہے۔"

دریا میں ایسے اطمینان سے باہم باتیں کرتے جارہے تھے جیسے زمین پر چل رہے ہوں، اگر کوئی گھوڑا تھک جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے دریا میں ٹیلہ بلند فرما دیتے، وہ اس پر رُک کر تازہ دم ہو کر پھر دریا میں چلنے لگتا، دریا کے سفر میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے تھے:

"حسبنا اللہ ونعم الوکیل، واللہ لینصرن اللہ ولیہ، ولیظھرن اللہ دینہ، ولیھزمن اللہ عدوہ، ان لم یکن فی الجیش بغی اوذنوب تغلب الحسنات۔"

"اللہ کی قسم! اللہ اپنے دوستوں کی ضرور مدد کرے گا اور اپنے دین کو ضرور غالب کریگا اور اپنے دشمنوں کو ضرور مغلوب کرے گا جب تک لشکر میں ظلم نہ ہو اور نیکیوں پر گناہ غالب نہ ہو جائیں۔"

اللہ تعالیٰ کی مدد سے پورا لشکر صحیح سلامت دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا، گھوڑے دریا سے نکلے تو جھرجھریاں لیکر اپنی گردنوں کے بال جھاڑ رہے تھے اور مستی سے ہنہنا رہے تھے۔

لشکر مدائن میں داخل ہوا تو اس کو بالکل خالی پایا، کسریٰ اپنی فوج سمیت وہاں سے بھاگ گیا تھا، مسلمانوں نے بے حد حساب بے بہا خزانے پائے۔"

besturdubooks.wordpress.com

وبعث ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ العلاء الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی البحرین الی اهل الردة ، وفی حیاة الحیوان بعث العلاء الحضرمی الی البحرین فسلکوا مفازة وعطشوا عطشا شدیدا حتی خافوا الهلاك فنزل وصلی رکعتین ثم قال یاحلیم یا علیم یا علی یا عظیم اسقنا فجاءت سحابة کأنها جناح طائر فقعقعت علیهم وامطرت حتی ملؤا الآنیة وسقوا الرکاب قال ثم انطلقنا حتی اتینا دارین والبحر بیننا وبینهم وفی روایة اتینا علی خلیج من البحر ما خیض فیه قبل ذلك الیوم ولا خیض بعد فلم نجد سفنا وکان المرتدون قد احرقوا السفن فصلی رکعتین ثم قال یاحلیم یا علیم یا علی یا عظیم اجزنا ثم اخذ بعنان فرسه ثم قال جوزوا بسم اللہ ، قال ابوهریرة رضی اللہ عنہ فمشینا علی الماء فواللہ ما ابتل لنا قدم ولا خف ولا حافر وکان الجیش اربعة آلاف ، وفی روایة وکان البحر مسیرة یوم ولیلة ، وفی الاکتفاء سار العلاء الحضرمی الی الخط حتی نزل علی الساحل فجاءه نصرانی فقال له ما لی ان دللتك علی مخاضة تخوض منها الخیل الی دارین قال وما تسألنی قال اهل بیت بدارین قال هم لك فخاض به وبالخیل الیهم فظهر علیهم عنوة وسبی اهلها ثم رجع الی عسکره ، وقال ابراهیم بن ابی حبیبة حبس لهم البحر حتی خاضوا الیهم وجاوزه العلاء واصحابه مشیا علی ارجلهم وکانت تجری فیه السفن قبل ثم جرت فیه بعد فقاتلهم فاظفره اللہ بهم وسلموا له ما کانوا منعوا من الجزیة التی صالحهم علیها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویروی انه کان للعلاء بن الحضرمی ومن کان معه جؤار الی اللہ تعالی فی خوض هذا البحر فاجاب اللہ دعاءهم وفی ذلك یقول عفیف بن المنذر وکان شاهدا معهم ،

الم تر ان اللہ ذلل بحره ۔۔۔ وانزل بالکفار احدی الجلائل

دعانا الذی شق البحار فجاءنا ۔۔۔ باعظم من فلق البحار الاوائل

(خمیس ص ۲۲۱ ج ۲)

”حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین سے جہاد کے لئے حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنا کر بحرین کی طرف بھیجا ، ایک خشک میدان پر گزر ہوا ، لوگ پیاس کی شدت کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچ گئے ، حضرت علاء رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اُترے دو رکعتیں پڑھیں ، پھر یہ دُعا کی :

besturdubooks.wordpress.com

"یاحلیم یاعلیم یاعلی یاعظیم اسقنا"

ایک نہایت معمولی سا بادل اُٹھا اور فوراً اس زور سے برسا کہ سب نے پیا، برتنوں کو بھر لیا سواریوں کو پلایا، یہاں سے نپٹ کر دشمن کے تعاقب کے لئے دارین کا قصد کیا، وہاں پہنچنے کے لئے سمندر کو عبور کرنا پڑتا تھا، سمندر ایسا زبردست تھا کہ اس میں کبھی بھی کوئی نہ اس سے پہلے داخل ہوسکا نہ بعد، مرتدین نے کشتیاں بھی جلاڈالی تھیں تاکہ مسلمان ان کا تعاقب نہ کرسکیں حضرت علاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو رکعتیں پڑھ کر دعاء کی:

"یاحلیم یاعلیم یاعلی یاعظیم اجزنا"

پھر گھوڑے کی باگ پکڑ کر سمندر میں کود پڑے اور لشکر سے فرمایا:

"اللہ کا نام لے کر کود جاؤ"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"ہم پانی پر چل رہے تھے، اللہ کی قسم! نہ ہمارا قدم بھیگا نہ موزہ بھیگا نہ گھوڑوں کے سُم بھیگے اور چار ہزار کا لشکر تھا"

بعض روایات میں ہے کہ یہ سمندر ایک دن کی مسافت تھا۔

عفیف بن منذر اس جہاد میں شریک تھے انھوں نے اس بارے میں دو شعر کہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"کیا تو دیکھتا نہیں کہ اللہ نے سمندر کو مطیع کردیا، اور کفار پر کتنی سخت مصیبت نازل کی۔

ہم نے اس پاک ذات کو پکارا جس نے بنی اسرائیل کے لئے سمندر کو ساکن کردیا تھا، اس نے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل سے بھی زیادہ اعانت کا معاملہ فرمایا"

⑤ اوپر نمبر ۲۸ میں بیل کا قصہ

اللہ تعالیٰ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واضح ارشادات اور مذکورہ واقعات سے ثابت ہوا کہ کامیابی کا صحیح طریقہ صرف یہی ہے کہ سیاست میں صرف مشروع و جائز طریقے اختیار کئے جائیں، پھر اگر صورۃً کامیابی نہ بھی ہوئی تو حقیقی کامیابی یعنی رضائے الٰہی تو بہر حال حاصل ہے، اور انسان مکلف بھی اسی کا ہے کہ جائز اسباب اختیار کرے اور نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے۔ پھر خواہ غالب ہو یا مغلوب، ظاہراً کامیاب ہو یا ناکام بہرصورت عنداللہ کامیاب ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی کافر نے اچانک نیزہ مارا، خون کا فوارہ پھوٹ پڑا، آپ نے ہاتھ میں خون لیکر چہرے پر ملا اور فرمایا: فزت ورب الکعبۃ، "رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا"

دیکھئے بظاہر ناکام ہونے کے باوجود خود کو کامیاب سمجھ رہے ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

ومن یقاتل فی سبیل اللہ فیقتل او یغلب فسوف نؤتیہ اجرا عظیما (۴-۷۴)

قل ھل تربصون بنا الا احدی الحسنیین ط (۹-۵۲)

ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ط (۹-۱۱۱)

ان نصوص میں ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے جہاد کرتے ہیں ظاہرًا کامیاب ہوں یا ناکام دونوں صورتوں میں بشارتیں ہیں اس لئے کہ اصل مقصد یعنی رضائے الٰہی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اور حدود کی پابندی اور ان کے قوانین پر استقامت کی صورت میں زندہ رہیں یا مرجائیں بہرصورت کامیابی ہی کامیابی ہے ؎

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو ❊ دل شدہ مبتلائے تو ہرچہ کنی رضائے تو

قرآن مجید میں جگہ جگہ فلاح وفوز کی بشارتیں اور کامیابی کے تمغے صرف ان لوگوں کو عطا کئے گئے ہیں جو ہر حال میں اپنے مالک کی بیان فرمودہ حدود پر قائم رہتے ہیں۔ اولئک ھم المفلحون ___ اولئک ھم الفائزون ___ قد افلح المؤمنون۔ الآیات ___

ان الانسان لفی خسر الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت۔ الآیۃ

اس قسم کی متعدد آیات میں ہر حالت میں فرمانبردار بندوں کو کامیاب بتایا گیا ہے خواہ بظاہر وہ ناکام ہی کیوں نہ ہوں۔ اصل کامیابی رضائے مالک کی تحصیل ہے جو صرف اسکی اطاعت اور ترک معصیت ہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اگر ظاہری کامیابی ہی کو مقصود سمجھ لیا جائے تو اس پر لازم آئیگا کہ معاذ اللہ! بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کامیاب نہیں ہوئے اسلئے کہ ان کو حکومت نہیں ملی، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بعض نبی ایسے بھی گزرے ہیں کہ ان پر صرف ایک شخص ایمان لایا اور بعض پر ایک شخص بھی ایمان نہیں لایا، اور قرآن کریم میں کئی مقامات میں تصریح ہے کہ بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل

besturdubooks.wordpress.com

کردیا گیا، تو کیا معاذ اللہ! یہ سب ناکام رہے؟ ہرگز نہیں، بس کامیابی کے معنی یہ ہیں کہ تحصیل رضائے مولیٰ کی خاطر اس کے بتائے ہوئے قواعد وضوابط پر ثابت قدم رہے وفقنا اللہ الجمیع لما یحب ویرضیٰ، وھو العاصم من جمیع الفتن ولہ الحمد اولاً وآخراً۔

۲۴ رمضان ۹۷ ہجری

besturdubooks.wordpress.com

حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے سیاسی افکار

تحریر مولانا محمد تقی عثمانی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ سے اللہ تعالیٰ نے دین کے ہر شعبے میں جو عظیم خدمات لیں اُن کی نظیر ماضی کی کئی صدیوں میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ مسلمانوں کی دینی ضرورت کا شاید ہی کوئی موضوع ایسا ہو جس پر حضرت حکیم الامت قدس سرہ کا کوئی مفصّل یا مختصر کام موجود نہ ہو۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف، مواعظ اور ملفوظات اپنے دَور کی دینی ضروریات پر مشتمل ہیں اور زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں دین کی تعلیمات کو انھوں نے کسی نہ کسی شکل سے واضح کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔

اس وقت میرے پیشِ نظر حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے سیاسی افکار کی تشریح و توضیح ہے۔ اگرچہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کسی بھی حیثیت سے کوئی سیاسی شخصیت نہیں تھی اور نہ سیاست آپ کا خصوصی موضوع تھا، لہٰذا آپکی کوئی تصنیف خالصۃً سیاست کے موضوع پر موجود نہیں ہے، لیکن چونکہ اسلام کے احکام دین کے دوسرے شعبوں کی طرح سیاست سے بھی متعلق ہیں اس لئے اسلامی احکام کی تشریح و وضاحت کے ضمن میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے سیاسی احکام پر بھی اپنی تصانیف اور مواعظ و ملفوظات میں مختصر مگر جامع بحثیں فرمائی ہیں جن میں اسلامی احکام کی توضیح کے ساتھ ساتھ عہدِ حاضر کے دوسرے سیاسی نظاموں اور سیاست کے میدان میں پائی جانے والی فکری اور عملی گمراہیوں پر بھی بھرپور تبصرے شامل ہیں۔ اس مقالے میں انہی بحثوں کا ایک ایسا مطالعہ مقصود ہے جس کے ذریعے حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے بیان کے مطابق سیاست کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا ایک واضح تصور اُبھر کر سامنے آسکے۔

آج کی دُنیا میں جو سیاسی نظام عملاً قائم ہیں، ان کے کیے ہوئے تصورات لوگوں

besturdubooks.wordpress.com

کے دل و دماغ پر اس طرح چھائے ہوئے ہیں کہ ان کے اثرات سے اپنی سوچ کو آزاد کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے، ان سیاسی نظاموں نے کچھ چیزوں کو اچھا اور کچھ کو بُرا قرار دیکر اپنے ان نظریات کا پروپیگنڈا اتنی شدت کے ساتھ کیا ہے کہ لوگ اس کے خلاف کچھ کہنے یا کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ اوّل تو اس لئے کہ پروپیگنڈے کی مہیب طاقتوں نے ذہن ہی ایسے بنا دیئے ہیں کہ انھوں نے ان نظریات کو ایک مُسلّم سچائی کے طور پر قبول کرلیا ہے اور دوسرے اس لئے کہ اگر کوئی شخص عقلی طور پر ان نظریات سے اختلاف بھی رکھتا ہو تو ان کے خلاف کچھ بولنا دُنیا بھر کی ملامت اور طعن وتشنیع کو دعوت دینے کے مترادف ہے لہٰذا وہ خاموشی ہی میں عافیت سمجھتا ہے۔

اس بنا پر جب آج کی دُنیا میں اسلام کی سیاسی تعلیمات کی تشریح کی جاتی ہے تو اچھے اچھے لوگ، جن میں بہت سے علماء بھی داخل ہیں، اپنے ذہن کو زمانے کے ان فیشن ایبل تصوّرات سے آزاد نہیں کرپاتے، اور اس کے نتیجے میں جب وہ اسلام کے مطلوب سیاسی ڈھانچے کی تفصیلات بیان کرتے ہیں تو ان تصوّرات کو مُستعار لے کر اس ڈھانچے میں فِٹ کرنا ضروری خیال کرتے ہیں، اس طرح اس نازک موضوع پر التباس اور خلط مبحث کی اتنی تہیں چڑھتی چلی گئی ہیں کہ حقیقتِ حال چھُپ کر رہ گئی ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ سے اللہ تعالیٰ نے چودہویں صدی میں دین کی تجدید کا عظیم الشان کام لیا، اور یہ کام وہی شخص کرسکتا ہے جس پر قرآن وسُنّت اور مآخذِ شریعت کا پختہ رنگ اس طرح چڑھا ہوا ہو کہ کوئی دوسرا رنگ اس پر نہ چڑھ سکے۔ ایسا شخص زمانے کو جانتا ضرور ہے، لیکن قبول وہی بات کرتا ہے جو اس پختہ رنگ کے مطابق ہو۔ وہ اپنی آنکھیں پوری طرح کھُلی رکھتا ہے، لیکن گرد وپیش میں ہونے والے پروپیگنڈے کے شور وشغب سے مرعوب نہیں ہوتا۔ اور اگر بالفرض ساری دُنیا کسی ایک سمت میں چلی جائے تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کی توفیقِ خاص سے اُسی بات پر ڈٹا رہتا ہے جو مآخذ شریعت کی رُو سے سچّی اور کھری ہو اور اس کے اظہار میں کوئی مرعوبیت یا شرم یا مخلوق کا خوف اس کے آڑے نہیں آتا۔

سیاست کے معاملے میں بھی حکیم الامت قدس سرہٗ نے دین کی صراطِ مستقیم پر اسی ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا، اور اس دَور میں جب بہت سے باطل نظریات کی آمیزش نے

besturdubooks.wordpress.com

سیاست کے بارے میں اسلامی تعلیمات کو ڈھنڈلا کر دیا تھا، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص سے ان تعلیمات کو اپنی صحیح شکل و صورت میں پیش کیا اور پروپیگنڈے کے کسی شور وشغب سے مرعوب نہیں ہوئے۔

چونکہ آجکل کی سیاست (جس میں وہ سیاست بھی داخل ہے جس کا مقصد اسلام کا نفاذ بتایا جاتا ہے) ایک خاص رُخ پر چل رہی ہے، اور اس میں بعض باتوں کو اُصولِ موضوعہ کے طور پر اس طرح مسلم سمجھ لیا گیا ہے کہ ان کے خلاف کا تصور ہی ذہنوں میں نہیں آتا، اس لئے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ سیاسی افکار ان سیاسی ذہنوں کو یقیناً اچنبھے محسوس ہوں گے جو بنیادی طور پر مغربی انداز سیاست سے متأثر ہیں لیکن حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ افکار آپ کے ذاتی افکار نہیں ہیں، بلکہ ان کی بنیاد قرآن و سُنّت اور خلافت راشدہ کے طرز عمل پر ہے اور اُنکے پیچھے نقلی اور عقلی دلائل کی مضبوط طاقت ہے، اس لئے ان کا مطالعہ اور ان پر ٹھنڈے دل اور غیر جانبدار ذہن سے غور کرنا ضروری ہے تاکہ حقیقت حال واضح ہو سکے۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے سیاسی افکار کو میں تین حصّوں میں منقسم کر کے پیش کرنا چاہتا ہوں:

① اسلام میں سیاست کا مقام۔
② اسلام کا نظام حکومت اور حکومت کے فرائض۔
③ اسلام میں سیاسی جدّوجہد کا طریق کار۔

① اسلام میں سیاست کا مقام:

سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ دین میں سیاست کا مقام کیا ہے؟ اور دین میں ایک صحیح سیاسی نظام کے قیام کی اہمیت کس درجے میں ہے؟ عیسائیت کا یہ باطل نظریہ بہت مشہور ہے۔

"قیصر کا حق قیصر کو دو، اور کلیسا کا حق کلیسا کو"۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ مذہب کا سیاست میں کوئی عمل دخل نہیں ہے، اور مذہب و سیاست دونوں کا دائرہ عمل مختلف ہے، دونوں کو اپنے اپنے دائرے میں ایک دوسرے کی مداخلت کے بغیر کام کرنا چاہئے، دین و سیاست کی تفریق کا یہی نظریہ عہد حاضر میں ترقی کر کے "سیکولرزم" کی شکل اختیار کر گیا جو آج کے نظامہائے سیاست میں مقبول ترین نظریہ سمجھا جاتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

ظاہر ہے کہ اسلام میں اس نظریے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اسلام کی تعلیمات چونکہ ہر شعبۂ زندگی سے متعلق ہیں جن میں سیاست بھی داخل ہے، اس لئے اسلام میں سیاست کو دین و مذہب سے بےتعلق رکھنے کا کوئی جواز موجود نہیں ہے۔

چنانچہ عہدِ حاضر میں بہت سے مسلمانوں نے عیسائیت اور سیکولرزم کے اس باطل نظریے کی پُرزور تردید کی، اور یہ ثابت کیا کہ سیاست کو دین سے الگ نہیں کیا جا سکتا، بقولِ اقبال مرحوم ؏

جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

لیکن سیکولرزم اور دین و سیاست کی تفریق کے اس نظریے کی پُرزور تردید کرتے ہوئے بہت سے مسلمان مفکّرین اور اہلِ قلم سے ایک نہایت باریک غلطی واقع ہوگئی جو دیکھنے میں بڑی باریک اور معمولی تھی، لیکن اس کے اثرات بہت دُور رس تھے۔ اس باریک غلطی کو ہم مختصر لفظوں میں بیان کرنا چاہیں تو اسے اس طرح تعبیر کر سکتے ہیں کہ انھوں نے "سیکولرزم" کی تردید کے جوش میں سیاست کو اسلامی بنانے کے بجائے اسلام کو سیاسی بنا دیا، کہنا یوں تھا:

"سیاست کو دین سے الگ نہ ہونا چاہیئے"۔

لیکن کہا یوں:

"دین کو سیاست سے الگ نہیں ہونا چاہیئے"۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اسلام کے بہت سے احکام سیاست و حکومت سے متعلق ضرور ہیں اور ایمان کا تقاضا بھی یہ ہے کہ ہر مسلمان اسلام کے دوسرے احکام کی طرح ان احکام پر بھی بقدر استطاعت عمل کرنے اور کرانے کی کوشش کرے، حاکم کا فرض ہے کہ وہ اسلامی احکام کو نافذ کرے اور انہی احکام کے مطابق حکومت کرے اور عوام کا فرض ہے کہ وہ شرعی احکام کے مطابق ایسی حکومت کے قیام کی کوشش اور اگر وہ قائم ہو جائے تو اس کی اطاعت کریں۔

لیکن عہدِ حاضر کے بعض مفکّرین اور مصنّفین، جنہوں نے سیکولرزم کی تردید میں کام کیا، تردید کے جوش میں اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ انھوں نے سیاست اور حکومت کو اسلام کا مقصودِ اصلی، اس کا حقیقی نصب العین اور بعثتِ انبیاء علیہم السلام کا

besturdubooks.wordpress.com

مطمحِ نظر، بلکہ انسان کی تخلیق کا اصل ہدف قرار دیدیا اور اسلام کے دوسرے احکام مثلاً عبادات وغیرہ کو نہ صرف ثانوی حیثیت دیدی، بلکہ انہیں اسی مقصودِ اصلی یعنی "سیاست" کے حصول کا ایک ذریعہ اور اس کی تربیت کا ایک طریقہ قرار دیدیا۔

اس انتہا پسندی کا پہلا زبردست نقصان تو یہ ہوا کہ اسکے نتیجے میں دین کی مجموعی تصویر اور اسکی ترجیحات کی ترتیب (ORDER OF PRIORITY) اُلٹ کر رہ گئی، جو چیز وسیلہ تھی وہ مقصد بن کر ہمہ وقت دل و دماغ پر چھا گئی، اور جو مقصد تھا وہ ایک غیر اہم وسیلہ بن کر پس منظر میں چلا گیا، چنانچہ اس طرز فکر کے تحت ذہن کچھ اس طرح کا بن گیا کہ ایک مسلمان کا اصل مقصد زندگی سیاست اور حکومت کی اصلاح ہونا چاہیئے، کام وہی کام ہے جو اس راستے میں انجام دیا جائے، قربانی وہی قربانی ہے جو اس راہ میں پیش کی جائے، اور مثالی انسان وہی انسان ہے جس نے اس کام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر دن رات اس کے لئے وقف کر رکھے ہوں۔ اور دین کے دوسرے شعبوں مثلاً طاعات وعبادات، زہد و تقویٰ، اصلاحِ نفس اور خشیت و انابت وغیرہ کی نہ صرف یہ کہ کوئی خاص اہمیت باقی نہ رہی بلکہ جو شخص ان کاموں میں مشغول ہو اسکے بارے میں یہ تصور قائم کر دیا گیا کہ گویا وہ مبادی میں اُلجھا ہوا ہے اور دین کے بنیادی مقاصد سے دُور ہے۔

دوسرا نقصان یہ ہوا کہ جب اسلام کا مقصدِ اصلی سیاست و حکومت قرار پایا، اور عبادات وغیرہ کے احکام کی حیثیت محض وسیلے کی ہو گئی تو یہ ایک بدیہی بات ہے کہ کبھی کبھی وسائل کو مقصد پر قربان بھی کرنا پڑتا ہے، اور مقصد کے حصول کے لئے اگر کبھی کسی وسیلے میں کچھ اونچ نیچ یا کمی بیشی بھی ہو جائے تو وہ گوارا کر لی جاتی ہے۔ لہٰذا مذکورہ انتہا پسندی کے نتیجے میں شعوری یا غیر شعوری طور پر اس بات کی بڑی گنجائش پیدا ہو گئی کہ سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے عبادات وغیرہ کے احکام میں کوئی کمی کوتاہی بھی ہو جائے تو وہ قابلِ ملامت نہیں، کیونکہ وہ ایک بڑے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہوئی ہے۔

سیاست کو دین کا ایک شعبہ نہیں، بلکہ دین کا مقصودِ اصلی قرار دینے کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے تجارت و معیشت بھی دین کا ایک شعبہ ہے، اس حیثیت

besturdubooks.wordpress.com

سے دین کے بہت سے احکام تجارت و معیشت سے بھی متعلق ہیں بلکہ کسب حلال کے بہت سے فضائل بھی احادیث میں وارد ہوئے ہیں، اب اگر ان فضائل کے پیش نظر کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ دین کا اصل مقصد ہی تجارت و معیشت اور کسب حلال ہے تو یہ بات اتنی غلط ہوگی کہ اس پر دلائل قائم کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

بعینہ اسی طرح سیاست اس معنی میں دین کا ایک شعبہ ضرور ہے کہ دین کے بہت سے احکام اس سے متعلق ہیں اور اسکے بہت سے فضائل بھی قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں لیکن ان فضائل کی بنیاد پر اسکو دین کا مقصود اصلی قرار دینا ایسی ہی غلطی ہے جیسے تجارت و معیشت کو دین کا اصل نصب العین قرار دینا۔

لیکن چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں جب سے مسلمانوں میں مغربی استعمار سے آزاد ہونے کی تحریکات شروع ہوئیں، اسوقت سے وہ انتہا پسندانہ طرز فکر عام ہوتا گیا جس میں سیاست کو "خلافت فی الارض" اور "حکومت الٰہیہ" وغیرہ کے عنوانات سے دین کا بنیادی مقصد قرار دے لیا گیا۔ طرز فکر کی اس غلطی نے مسلمانوں میں اتنی آہستگی سے اپنی جگہ بنائی کہ اچھے اچھے لوگوں کو یہ احساس نہ ہو سکا کہ ان کے فکر و عمل کا کانٹا تبدیل ہو گیا ہے۔ "سیاسی استقلال" کی ضرورت و اہمیت اس درجہ ذہنوں پر چھائی ہوئی تھی کہ اس باریک مگر دوررس غلطی پر غور کر کے "دین میں سیاست" کا صحیح مقام متعین کرنے کی فرصت ہی نہ تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تصور بعض حضرات نے شعوری طور پر اختیار کیا اور بعض نے غیر شعوری طور پر، اور تحریکات کے اجتماعی عمل نے اس پر ایسی مہر ثبت کر دی کہ اچھے اچھے اہل علم کو بھی کانٹے کی اس تبدیلی کا احساس نہ ہو سکا۔

اس ماحول میں احقر کے علم کے مطابق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس باریک غلطی کو دوٹوک لفظوں میں واضح فرمایا اور قرآن وسنت کے دلائل سے ثابت کیا کہ دین میں سیاست کا صحیح مقام کیا ہے؟

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ۔

besturdubooks.wordpress.com

"وہ لوگ جن کو اگر ہم زمین کی حکومت عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دیں، اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔"

اس سے واضح ہے دیانات مقصود بالذات ہیں، اور سیاسیات و جہاد مقصودِ اصلی نہیں، بلکہ اقامتِ دیانات کا وسیلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیانت اور احکامِ دیانت تو انبیاء علیہم السلام کو مشترک طور پر سب کو دیئے گئے اور سیاسیات و جہاد سب کو نہیں دیا گیا، بلکہ جہاں ضرورت و مصلحت سمجھی گئی حکومت دی گئی ورنہ نہیں۔ وسائل کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ ضرورت ہی کے لئے دیئے جاتے ہیں۔

شاید کسی کو یہ شبہہ ہو کہ دوسری آیات میں تو اسکے خلاف مضمون موجود ہے جس سے دیانت کا وسیلہ ہونا اور تمکین فی الارض اور سیاست کا مقصود ہونا سمجھ میں آرہا ہے اور وہ یہ ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ۔

"تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے لئے قوت دیگا۔"

یہاں ایمان وعملِ صالح کو شرط قرار دیا جارہا ہے تمکین فی الارض کی، جس سے تمکین و سیاست کا مقصودِ اصلی ہونا لازم آتا ہے۔

سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں ایمان اور عمل صالح پر تمکین وشوکت کا وعدہ کیا گیا ہے اور بطور خاصیت کے شوکت کا دین پر مرتب ہونا ذکر فرمایا گیا ہے، پس دین پر سیاست و قوت موعود ہوئی لیکن موعود کا مقصود ہونا ضروری نہیں، ورنہ آیت کریمہ:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ۔

"اور اگر یہ لوگ تورات کی اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی (یعنی قرآن) اس کی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے۔"

besturdubooks.wordpress.com

جس میں اقامتِ تورات و انجیل و قرآن، یعنی عمل بالقرآن پر وسعتِ رزق کا وعدہ کیا گیا ہے، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ دین سے یہ مقصود ہے؟ بلکہ دین پر موعود ہے کہ دیندار بھوکا ننگا نہیں رہ سکتا، پس موعود کا مقصود ہونا ضروری نہیں۔ یہاں بھی ایمان و عملِ صالح پر شوکت و قوت اور سیاست وغیرہ موعود ہیں جو بطور خاصیت اس پر مرتب ہوں گی، نہ کہ مقصود جو اسکی غایت کہلائے۔

بہرحال! واضح ہوا کہ سیاست و دیانت میں سیاست وسیلہ ہے اور دیانت مقصود اصلی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سیاست کسی درجے میں بھی مطلوب نہیں، بلکہ اس کا درجہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ خود مقصود اصلی نہیں اور دیانت خود مقصودِ اصلی ہے۔"

(اشرف السوانح جلد ۴ (خاتمۃ السوانح) ص۲۸، ۲۹ طبع ملتان)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک صفحے کی اس مختصر مگر انتہائی پُر مغز اور جامع تقریر میں اللہ تعالیٰ کی توفیقِ خاص سے موضوع کو اسقدر واضح فرمادیا ہے کہ اس میں کوئی اشتباہ باقی نہیں رہا جس کا خلاصہ یہ ہے:

"نہ وہ سیکولر نظریہ درست ہے کہ سیاست و حکومت میں دین کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیئے، اور نہ یہ خیال صحیح ہے کہ دین کا اصلی مقصد سیاست و حکومت ہے، واقعہ یہ ہے کہ دین کا اصل مقصد بندے کا اپنے اللہ سے تعلق قائم کرنا ہے جسکا مظاہرہ عبادات و طاعات کے ذریعے ہوتا ہے۔ سیاست و حکومت بھی اسی مقصد کی تحصیل کا ایک ذریعہ ہے جو نہ بجائے خود مقصد ہے اور نہ اقامتِ دین کا مقصد اس پر موقوف ہے، بلکہ وہ حصولِ مقاصد کے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے۔

لہٰذا اسلام میں وہی سیاست و حکومت مطلوب ہے جو اس مقصد میں ممد و معاون ہو، اس کے برعکس جو سیاست اس مقصد کو پورا کرنے کے بجائے دین کے اصل مقاصد میں کتر بیونت کرکے انھیں مجروح کرے، وہ اسلامی سیاست نہیں ہے خواہ اس کا نام "اسلامی" رکھدیا گیا ہو۔"

(۲) اسلام کا نظامِ حکومت:

قرونِ وسطیٰ میں یورپ کے اندر جو شخصی حکومتیں عام طور سے رائج رہی ہیں وہ مطلق العنان بادشاہتیں تھیں جن میں بادشاہ کی زبان قانون کی حیثیت رکھتی تھی اور اس

besturdubooks.wordpress.com

پر کوئی قانونی قدغن عائد نہیں ہوتی تھی۔ اس مطلق العنان حکمرانی کے نتیجے میں ظلم وستم اور ناانصافیوں کا بازار گرم رہا، اس لئے اس کے خلاف یورپ میں شدید ردِ عمل ہوا۔ "شخصی حکومت" کو بذاتِ خود نہایت معیوب سمجھا جانے لگا اور اسکی جگہ "جمہوریت" کو ایک مثالی طرزِ حکومت کے طور پر پیش کیا گیا، یہانتک کہ رفتہ رفتہ شخصی حکومتیں ختم ہوگئیں اور ان کی جگہ جمہوری نظامِ حکومت وجود میں آیا، بیشتر ملکوں میں جمہوریت قائم کی گئی، یہانتک کہ جمہوریت کو ایک ایسا فیشن ایبل نظامِ حکومت سمجھا جانے لگا جو سیاست میں عدل وانصاف اور حق وصداقت کا ضامن ہے۔ چنانچہ گزشتہ (ہجری) صدی سے لے کر اب تک جتنی سیاسی تحریکیں اٹھی ہیں، اُن کے ذہن میں "جمہوریت" کی حیثیت (معاذ اللہ) ایک ایسے "کلمۂ طیبہ" کی ہوگئی ہے جس کے بغیر آج کے دَور میں سیاست کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

دُنیا بھر پر چھائے ہوئے اس پروپیگنڈے کا نتیجہ یہ ہوا کہ عہدِ حاضر میں جو سیاسی جماعتیں اسلام کا نام لے کر اُٹھی ہیں، ان کی اکثریت بھی نہ صرف یہ کہ جمہوریت کو ایک مُسلّم اُصول قرار دے کر آگے بڑھی ہے، بلکہ انھوں نے بھی اپنے مقاصد میں جمہوریت کے قیام کو سرِ فہرست رکھا ہے اور خود اپنی جماعت کو بھی جمہوری ڈھانچے پر تعمیر کیا ہے۔ چنانچہ اسی ضمن میں یہ دعوے بھی بکثرت کئے گئے ہیں کہ جمہوریت اسلام کے عین مطابق ہے بلکہ اسلام نے جمہوریت ہی کی تعلیم دی ہے، کسی نے بہت احتیاط کی تو یہ کہدیا کہ جمہوریت کے جو اجزاء اسلام کے خلاف ہیں، ہم ان کے قائل نہیں ہیں، لہٰذا ہماری جمہوریت "اسلامی جمہوریت" ہے۔

یہ تصورات ہمارے دَور میں اسقدر مشہور ہوگئے ہیں کہ ان کے خلاف کچھ سوچنا یا کہنا دنیا بھر کی لعنت وملامت کو اپنے سر لینے کے مترادف ہے، اور اگر ایسے ماحول میں کوئی شخص جمہوری حکومت کے بجائے شخصی حکومت کی حمایت کرے تو ایسا شخص تو آج کی سیاسی فضا میں تقریباً کلمۂ کفر کہنے کا مرتکب سمجھا جانے لگا ہے۔

لیکن جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور خالص دین کی دعوت وتجدید کے لئے منتخب فرمایا ہو، وہ زمانے پر چھائے ہوئے تصورات اور خوشنما نعروں سے مرعوب یا متأثر نہیں ہوتا، بلکہ ہر حال میں حق کو حق اور باطل کو باطل قرار دیتا ہے۔ چنانچہ حکیم الامت

besturdubooks.wordpress.com

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے کبھی ایک لمحے کے لئے بھی یہ تسلیم نہیں فرمایا کہ اسلام نے جمہوریت کی تعلیم دی ہے یا جمہوریت اسلام کے عین مطابق ہے۔ اس کے بجائے انھوں نے اپنے متعدد مواعظ و ملفوظات و تصانیف میں جمہوریت پر نہایت جاندار تنقیدیں کی ہیں اور اپنے دینی نقطۂ نظر سے اس کی خرابیوں کو واضح فرمایا ہے۔

عام طور سے جمہوریت کے متعلق لوگوں کے ذہنوں میں صرف اتنا خیال رہا کہ مطلق العنان بادشاہت کے مقابلے میں یہ نظام عوام کو آزادیٔ اظہار رائے عطا کرتا ہے اور حکمرانوں پر ایسی پابندیاں عائد کرتا ہے جن کے ذریعے وہ بے مہار نہ ہوسکیں۔ اور چونکہ اسلام نے "مشاورت" کا حکم دیا ہے، اس لئے "جمہوریت" کو "مشاورت" کے ہم معنیٰ سمجھ کر لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ "جمہوریت" عین اسلام ہے۔ حالانکہ بات اتنی سادہ نہیں ہے، درحقیقت "جمہوری نظام حکومت" کے پیچھے ایک مستقل فلسفہ ہے جو دین کے ساتھ ایک قدم بھی نہیں چل سکتا، اور جس کے لئے سیکولرزم پر ایمان لانا تقریباً لازمی شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔

جمہوریت کی حقیقت واضح کرنے کے لئے یہ جملہ مشہور ہے:

"IT IS A GOVERNMENT OF THE PEOPLE BY THE PEOPLE FOR THE PEOPLE»

جمہوریت عوام کی حکومت کا نام ہے جو عوام کے ذریعے اور عوام کے فائدے کے لئے قائم ہوتی ہے۔

لہٰذا "جمہوریت" کا سب سے پہلا رکنِ اعظم یہ ہے کہ اس میں عوام کو حاکمِ اعلیٰ تصور کیا جاتا ہے اور عوام کا ہر فیصلہ جو کثرتِ رائے کی بنیاد پر ہوا ہو وہ واجب اور ناقابلِ تنسیخ سمجھا جاتا ہے۔ کثرتِ رائے کے اس فیصلے پر کوئی قدغن اور کوئی پابندی عائد نہیں کی جاسکتی۔ اگر دستورِ حکومت عوامی نمائندوں کے اختیارِ قانون سازی پر کوئی پابندی بھی عائد کردے (مثلاً یہ کہ وہ کوئی قانون قرآن و سنت کے یا بنیادی حقوق کے خلاف نہیں بنائے گی) تو یہ پابندی اس لئے واجب التعمیل نہیں ہوتی کہ یہ عوام سے بالاتر کسی اتھارٹی نے عائد کی ہے۔ یا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

besturdubooks.wordpress.com

جسے ہر حال میں ماننا ضروری ہے، بلکہ صرف اس لئے واجب التعمیل سمجھی جاتی ہے کہ یہ پابندی خود کثرت رائے نے عائد کی ہے۔ لہٰذا اگر کثرتِ رائے کسی وقت چاہے تو اسے منسوخ بھی کر سکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جمہوریت نے کثرتِ رائے کو (معاذ اللہ) خدائی کا مقام دیا ہوا ہے کہ اس کا کوئی فیصلہ رَد نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اسی بنیاد پر مغربی ممالک میں بد سے بدتر قوانین کثرت رائے کے زور پر مسلسل نافذ کئے جاتے رہے ہیں، اور آج تک نافذ کئے جا رہے ہیں۔ زنا جیسی بدکاری سے لے کر ہم جنسی جیسے گھناؤنے عمل تک کو اسی بنیاد پر سندِ جواز عطا کی گئی ہے، اور اس طرزِ فکر نے دنیا کو اخلاقی تباہی کے آخری سرے تک پہنچا دیا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے کثرتِ رائے کے اس جمہوری فلسفے پر جا بجا تبصرے فرما کر اس کی کمزوری کو واضح کیا ہے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ يُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ

"اور اگر آپ زمین والوں کی اکثریت کی اطاعت کریں گے تو وہ آپ کو اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیں گے۔"

کثرتِ رائے کو معیارِ حق قرار دینے کے خلاف اس سے زیادہ واشگاف اعلان اور کیا ہو سکتا ہے؟ لیکن زمانے پر چھائے ہوئے نظریات سے مرعوب ہو کر مسلمانوں میں بھی یہ خیال تقویت پا گیا کہ جس طرف کثرتِ رائے ہو گی وہ بات ضرور حق ہو گی۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے اپنی تالیفات اور مواعظ و ملفوظات میں بہت سے مقامات پر اس پھیلی ہوئی غلطی کی تردید فرمائی ہے، ایک وعظ میں فرماتے ہیں:

"آجکل یہ عجیب مسئلہ نکلا ہے کہ جس طرف کثرتِ رائے ہو وہ بات حق ہوتی ہے، صاحبو! یہ ایک حد تک صحیح ہے، مگر یہ بھی معلوم ہے کہ رائے سے کس کی رائے مراد ہے؟ کیا ان عوام کالانعام کی؟ اگر انہی کی رائے مراد ہے تو کیا وجہ کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کی رائے

besturdubooks.wordpress.com

پر عمل نہیں کیا، ساری قوم ایک طرف رہی اور حضرت ہود علیہ السلام ایک طرف۔ آخر انھوں نے کیوں توحید کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار نہ کی؟ کیوں تفریقِ قوم کا الزام سر لیا؟ اسی لئے کہ وہ قوم جاہل تھی، اُس کی رائے جاہلانہ رائے تھی۔"

(فضائل العلم والخشیۃ ص ۳۰ ومعارف حکیم الامت ص ۶۱۷)

مطلب یہ ہے کہ عوام کی کثرت رائے کبھی معیارِ حق نہیں ہوسکتی، کیونکہ عوام میں اکثریت عموماً بے علم یا کم علم لوگوں کی ہوتی ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ ایک اور موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:

"مولانا محمد حسین الہ آبادی نے سید احمد خان سے کہا تھا کہ آپ لوگ جو کثرتِ رائے پر فیصلہ کرتے ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ حماقت کی رائے پر فیصلہ کرتے ہو، کیونکہ قانون فطرت یہ ہے کہ دنیا میں عقلاء کم ہیں اور بیوقوف زیادہ، تو اس قاعدے کی بناء پر کثرت رائے کا فیصلہ بیوقوفی کا فیصلہ ہوگا۔" (تقلیل الاختلاط مع الانام ص۱۱ ومعارف حکیم الامت ص۶۲۶)

ایک اور موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:

"(غزوۂ اُحد میں) اُن پچاس آدمیوں میں جو پہاڑ کی گھاٹی پر متعین تھے اختلاف ہوا، بعض نے کہا کہ ہمارے بھائیوں کو فتح حاصل ہوگئی ہے، اب ہم کو گھاٹی پر رہنے کی ضرورت نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس غرض کے لئے ہم کو یہاں متعین کیا تھا وہ غرض حاصل ہو چکی، اس لئے حکمِ قرار بھی ختم ہوگیا، اب یہاں سے ہٹنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصود کی مخالفت نہ ہوگی، اور ہم نے اب تک جنگ میں کچھ حصہ نہیں لیا تو کچھ ہم کو بھی کرنا چاہئے۔ ہمارے بھائی کفار کا تعاقب کر رہے ہیں، ہم کو مال غنیمت جمع کرلینا چاہئے، بعض نے اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا تھا کہ بدون میری اجازت کے یہاں سے نہ ہٹنا۔ اس لئے ہم کو بدون آپ کی اجازت کے ہرگز نہ ہٹنا چاہئے، مگر پہلی رائے والوں نے نہ مانا اور چالیس آدمی گھاٹی سے ہٹ کر مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہوگئے،

besturdubooks.wordpress.com

یہ اُن سے جہاد کی غلطی ہوئی اور گھاٹی پر صرف دس آدمی اور ایک افسر اُنکے رہ گئے۔
اس واقعہ میں کثرت رائے غلطی پر تھی اور قلت رائے صواب پر تھی،
جو لوگ کثرتِ رائے کو علامتِ حق سمجھتے ہیں۔ وہ اس سے سبق حاصل کریں "
(ذم النسیان ص ۱۲، معارف حکیم الامت ص ۶۱۸)

اسی وعظ میں آگے چل کر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے کثرت رائے کی لازمی حقانیت کے خلاف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرزِ عمل کی مثال بھی دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو انکے خلاف آپ نے جہاد کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت بیشتر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے یہ تھی کہ ان لوگوں کے ساتھ جہاد نہ کیا جائے، لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی رائے پر قائم رہے اور اسی کے مطابق فیصلہ بھی ہوا اور بعد میں سب لوگوں نے یہ اعتراف کیا کہ صائب رائے یہی تھی۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے کثرتِ رائے کو معیارِ حق قرار دینے کے نظریے پر شرعی اور عقلی دونوں قسم کے دلائل سے تنقید فرمائی ہے اور سادہ سادہ لفظوں میں ایسے حقائق بیان فرما دیئے ہیں کہ جب بھی کوئی شخص ٹھنڈے دل سے غور کریگا اسی نتیجے تک پہنچے گا۔ چنانچہ جدید علم سیاست کے بعض حقیقت پسند ماہرین نے بھی "جمہوریت" کے ان نقائص کو تسلیم کیا ہے۔ ایک مشہور ماہر سیاسیات ایڈمنڈ بورک (BURKE) لکھتا ہے:

"اکثریت کے فیصلے کو تسلیم کرنا کوئی فطرت کا قانون نہیں ہے، کم تعداد بعض اوقات زیادہ مضبوط طاقت بھی ہو سکتی ہے، اور اکثریت کی حرص و ہوس کے مقابلے میں اسکے اندر زیادہ معقولیت بھی ہو سکتی ہے، لہٰذا یہ مقولہ:
"اکثریت کے فیصلے کو قانون بننا چاہیئے"
اس میں افادیت اور پالیسی کی بھی اتنی ہی کمی ہے جتنی حقانیت کی" [۵]

---

[۵] Quoted by A. Appadorai, The Substance of Politics, Oxford University Press 9th ed. 1961 p. 133.

besturdubooks.wordpress.com

حکیم الامت قدس سرہٗ ایک اور وعظ میں ارشاد فرماتے ہیں :

"اوّل تو کثرتِ رائے میں احمقوں کو جمع کیا جاتا ہے، ان کی کثرت تو حماقت ہی کی طرف ہوگی، پھر ان سے بھی پہلے اپنی رائے منوائی جاتی ہے اور سبق کی طرح پڑھا دیا جاتا ہے کہ ہم یوں کہیں گے تم یُوں کہدینا، جیسے وکیل گواہوں کو پڑھایا کرتے ہیں، اب وہ کثرت کیا خاک ہوتی "

(وعظ "الانسداد" مأخوذ از اصلاح المسلمین ص ۵۱۰ مطبوعہ ادارۂ اسلامیات، لاہور)

بعض جمہوریت پرست لوگوں نے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس تبصرے کو ایک سطحی تبصرہ قرار دینے کی کوشش کی ہے اور بعض لوگوں نے یہ بھی کہا کہ یہ ایک ایسے بزرگ کا تبصرہ ہے جن کا میدان علمِ سیاست نہیں تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت کی نگاہ اپنی گوشہ نشینی کے باوجود زمانے کی دُکھتی ہوئی رگوں پر ہوتی تھی۔ ان کا اصل مأخذ قرآن وسُنت تھے اور وحی کی اسی روشنی نے اُنھیں وہ نورِ فراست عطاء فرمادیا تھا جس کے ذریعے وہ ان مسائل کو انتہائی سادگی سے بیان فرماگئے ہیں جن کو لوگوں نے ایک مستقل فلسفہ بنا رکھا ہے، چنانچہ یہ تبصرہ بھی اسی فراستِ ایمانی کا نتیجہ تھا علمِ سیاست بیشک آپ کا اصل میدان نہیں تھا، لیکن جو سچائی وحی کے نور سے معلوم ہوئی ہو اُسے رسمی علوم کی حاجت نہیں ہوتی۔

لیکن اس علمِ سیاست کے وہ ماہرین بھی جنھوں نے پروپیگنڈے سے ذرا آزاد ہوکر سوچنے کی کوشش کی ہے وہ بھی بالآخر اسی نتیجے تک پہنچے ہیں۔

ڈاکٹر اسے اپادورائے برصغیر میں اپنی سیاسی تصانیف کی وجہ سے خاصے مشہور ہیں وہ "جمہوریت" کے تعارف اور اس کی کامیابی کی شرائط پر بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

"جمہوریتوں کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ یہ شرائط (جن کے وجود پر جمہوریت کی کامیابی موقوف ہے) شاذونادر ہی پوری ہوئی ہیں عملی اعتبار سے جمہوریت دراصل جہالت کی حکمرانی کا نام ہے۔ اس کی ساری توجہ کمیت اور تعداد (QUANTITY) پر رہتی ہے۔ کیفیت (QUALITY) پر نہیں۔ اس میں ووٹ گنے جاتے ہیں انھیں تولا نہیں جاتا۔ شہریوں کی بہت بڑی تعداد اب بھی حکومت کو اپنے بنیادی وظائف زندگی میں سے نہیں سمجھتی، چنانچہ

besturdubooks.wordpress.com

اس کو حکومت سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوتی، وہ کام کرتی اور کھیلتی رہتی ہے اپنے پیشہ ورانہ اور فنّی کاموں کو انجام دیتی رہتی ہے، ہل چلاتی، بیج بوتی، فصلیں کاٹتی اور انھیں بیچتی رہتی ہے، اور یہ بھول جاتی ہے کہ وہ در اصل ملک کی حاکم ہے۔ جمہوریت میں یہ حقیقی خطرہ موجود ہے کہ شہریوں کی ایسی ذہنی تربیت نہیں ہو پاتی جس کے ذریعہ وہ ان مسائل کے حقیقی مفہوم کا ادراک کر سکیں جو انتخابات کے موقع پر ان کے سامنے فیصلے کیلئے آتے ہیں لہٰذا وہ طبقاتی جذبات اور نعروں سے گمراہ ہو سکتے ہیں۔ سر ہنری مین تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جمہوریت کبھی بھی اکثریت کی حکمرانی کی نمائندگی نہیں کر سکتی، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ عوام تو محض اپنے لیڈروں کی آراء کو تسلیم کرتے ہیں۔" لہ

مغرب کے مشہور مؤرخ اور فلسفی کارلائل کا یہ اقتباس علمِ سیاست میں کافی شہرت پاگیا ہے۔

Surely, of all "rights of man", this right of the ignorant man to be guided by the wiser, to be, gently or forcibly, held in the true course by him, is the indisputablest. Nature herself ordains it from the first, society struggles towards perfection by enforcing and accomplishing it more and more . . . . In Rome and Attens, as elsewhere if you look practical we shall find that it was not by loud voting and debating of many, but by wise inright and ordering of a few that the word war done. So is it ever, so will it ever be".

"انسانی حقوق" میں یقینی طور پر جاہل افراد کا یہ حق سب سے زیادہ غیر متنازع ہے کہ عقلمند افراد انکی رہنمائی کریں اور انھیں نرمی سے یا طاقت کے ذریعہ سیدھے راستے پر رکھیں، فطرت کا شروع سے یہی حکم ہے اسی حکم کو نافذ کرکے اور اسکی زیادہ سے زیادہ تکمیل کرکے ہی سوسائٹی کمال تک پہنچنے کی جدوجہد کرتی ہے۔

لہ A. Appadorai, op cit p. 133

besturdubooks.wordpress.com

اگر ہم عملی نقطۂ نظر سے دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ روم اور ایتھنز میں دوسرے مقامات کی طرح بلند آواز سے رائے شماری کرنے اور بہت سے لوگوں کے بحث مباحثے کے ذریعے نہیں بلکہ گنے چنے افراد کے حکم سے کام چلتا تھا، یہ بات ہمیشہ سے سچ رہی ہے، لہٰذا آئندہ بھی یہی بات سچ رہے گی۔"[۵۸]

شخصی حکومت :

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے جمہوریت پر تنقید فرماتے ہوئے کئی مقامات پر اس کے مقابلے میں "شخصی حکومت" کی حمایت فرمائی ہے۔ آج کے جمہوریت پرست دور میں شخصی حکومت کی حمایت کلمۂ کفر کی طرح نشانۂ ملامت سمجھی جاتی ہے، لیکن اس کے بنیادی سبب دو ہیں۔ ایک یہ کہ جمہوریت کی حمایت میں پروپیگنڈا اس قدر زور شور کے ساتھ کیا گیا ہے کہ کسی مخالف نظامِ حکومت پر سنجیدگی کے ساتھ سوچنے پر ہی ذہن آمادہ نہیں ہوتے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ "شخصی حکومت" کا نام آتے ہی ذہن ان مطلق العنان بادشاہوں کی طرف چلا جاتا ہے جن کی زبان قانون کی حیثیت رکھتی تھی اور ان پر کوئی بالاتر پابندی عائد نہ تھی، یا پھر اس نام سے ان فاشی حکمرانوں کا تصور آجاتا ہے جن کے نزدیک حکومت کی بنیاد محض زور زبردستی پر تھی۔ حالانکہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ "شخصی حکومت" سے وہ "مثالی اسلامی حکمران" مراد لیتے ہیں جسے "امیر المؤمنین" یا "خلیفۂ وقت" کہا جاتا ہے۔

اس اجمال کی تھوڑی سی تفصیل یہ ہے کہ دنیا میں جو غیر اسلامی شخصی حکومتیں رائج رہی ہیں ان کی خرابیوں اور مفاسد کے اسباب مندرجۂ ذیل ہیں :

(۱) ان "شخصی حکومتوں" کی بنیاد بادشاہتوں میں عموماً خاندانی وراثت پر تھی اور فاشزم کے فلسفے میں صرف "قوت" پر، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو قوی ہو وہ کمزور پر حکومت کا حق لیکر آیا ہے۔

لہٰذا ان شخصی حکومتوں کے قیام میں سنجیدہ غور و فکر اور مناسب انتخاب کا کوئی قابلِ ذکر کردار نہیں تھا۔

---

۵۸ Chartism (1839) as quoted by Appadorai, op cit p. 128.

besturdubooks.wordpress.com

(۲) ان شخصی حکمرانوں کے لئے کوئی ایسی لازمی صفاتِ اہلیت ضروری نہیں تھیں جن کے بغیر وہ حکمرانی کے منصب تک نہ پہنچ سکتے ہوں۔

(۳) یہ شخصی حکومتیں عموماً ایسے آسمانی قوانین کی پابند نہیں تھیں جو ان کے فیصلوں کو لگی بندھی حدود میں محدود رکھ سکیں۔

لہٰذا قانون ساز وہ خود تھے اور مطلق العنان ہونے کی بناء پر ان کی زبان قانون بن گئی تھی۔

(۴) ان حکومتوں میں کوئی ایسا لازمی ادارہ موجود نہیں تھا جو انکے اقدامات، ان کے صادر کئے ہوئے احکام اور ان کے بنائے ہوئے قوانین کو کسی لگے بندھے معیار پر پرکھ سکتا اور ان کی طرف سے آسمانی قانون کی خلاف ورزی، اپنی حدودِ اختیار سے تجاوز یا کسی ظلم وستم کی صورت میں ان کے اقدامات کی تلافی کرسکتا۔

یہ تھے وہ اسباب جن کی بناء پر شخصی حکومتوں میں لوگوں کے حقوق پامال ہوئے اور انسان انسان کا غلام بن گیا، ورنہ اگر یہ خرابیاں موجود نہ ہوں تو بیشتر ماہرین سیاست اس بات پر متفق ہیں کہ شخصی حکومت میں بذات خود کوئی خرابی نہیں، وہ جمہوریت کے مقابلے میں کہیں زیادہ کامیاب اور عوام کے لئے مفید ثابت ہوسکتی ہے، یہاں تک کہ روسو نے بھی یہ اعتراف کیا ہے:

"حکومت کا بہترین اور سب سے فطری انتظام یہ ہے کہ عقلمند ترین انسان کو کثرت پر حکومت کرنی چاہیئے، بشرطیکہ اس بات کی ضمانت مل جائے کہ وہ اس کثرت کے مفاد کے لئے حکومت کریں گے، نہ کہ اپنے مفاد کے لئے" [۱]

کارلائل لکھتا ہے:

"کسی بھی ملک میں وہاں کے قابل ترین آدمی کو دریافت کرلو، پھر اسے اٹھاکر اطاعت کے اعلیٰ ترین مقام پر رکھدو اور اس کی عزت کرو۔ اس طرح تم اس ملک کے لئے ایک مکمل حکومت دریافت کرلوگے، پھر بیلٹ بکس ہو،

---

[۱] Roussian, The Social Contract, bk 111, Ch. V. as quoted by Appadorai, op cit p. 127

besturdubooks.wordpress.com

یا پارلیمنٹ میں ہونے والی فصاحت و بلاغت یا رائے شماری یا دستور سازی یا کسی بھی قسم کی کوئی اور مشینری، اس حکومت میں کوئی بہتر اضافہ نہیں کر سکے گی، یہ ایک مکمل ریاست ہوگی اور وہ ملک ایک مثالی ملک ہوگا۔ ؎ ۱

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ جس "شخصی حکومت" کو اسلام کا تقاضا قرار دے رہے ہیں وہ شخصی حکومت کی مذکورہ بالا خرابیوں سے خالی ہے، وہ اس معنیٰ میں بیشک "شخصی حکومت" ہے کہ اس میں جمہوری انداز کی پارلیمنٹ مختار کل نہیں ہے اور اختیاراتِ حکومت بڑی حد تک "خلیفہ" یا "امیر المؤمنین" کی ذات میں مرکوز ہیں۔

لیکن سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس "خلیفہ" یا "امیر المؤمنین" کا تعین وراثت یا قوت کی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ اہلِ حل وعقد کے انتخاب کے ذریعے ہوتا ہے اور اس انتخاب کے لئے "خلیفہ" میں کچھ معیاری اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے جن کے بغیر اہلِ حلّ و عقد کے لئے کسی شخص کا انتخاب جائز نہیں۔ ان اوصاف میں علمی قابلیت کے علاوہ کردار کی اعلیٰ ترین پختگی اور رائے کی اصابت بھی داخل ہے۔

آجکل کی جمہوریتوں میں سربراہ کے انتخاب کے لئے عموماً نہ کوئی قابلیت شرط ہوتی ہے، نہ کردار و عمل کی کوئی خوبی۔ لیکن "خلیفہ" کے لئے اسلام میں نہایت کڑی شرائط تجویز فرمائی گئی ہیں اور اہلِ حلّ وعقد کا یہ فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ ان شرائط کا مکمل اطمینان حاصل کرنے کے بعد خلیفہ کا انتخاب کریں۔

پھر یہ خلیفہ بھی جو اعلیٰ ترین علمی اور عملی اوصاف کا حامل ہے مطلق العنان قانون ساز نہیں ہوتا، بلکہ قرآن وسنت اور اجماع امّت کا پابند ہوتا ہے، دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قانون وضع نہیں کرتی، بلکہ ایک ایسے آسمانی قانون کی بنیاد پر وجود میں آتی اور اسی کو نافذ کرتی ہے جو کائنات کی اعلیٰ ترین اتھارٹی کا بنایا ہوا ہے اور قرآن و سنت کی صورت میں محفوظ ہے۔

ہاں قرآن وسنت کے دائرے میں رہتے ہوئے انتظامی قوانین اور احکام جاری کرنا حکومت کے اختیار میں ہوتا ہے لیکن اس کے لئے بھی اس پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ اس قسم کے اقدامات کے لئے اہلِ شوریٰ سے مشورہ لے، اس مشورے کا مقصد

؎ ۱ G. N. Sabine, A History of Political Theory p. 764 (Appadorai p. 122).

besturdubooks.wordpress.com

یہ نہیں ہے کہ وہ لازمی طور پر کثرتِ رائے کی پابندی کرے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسئلے کے تمام پہلو سامنے آجائیں اور ان کو مدِّنظر رکھنے کے بعد وہ اپنی بہترین قابلیت اور اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر خود فیصلہ کرے۔

اس کے علاوہ سربراہِ حکومت کا ہر اقدام، اس کا ہر حکم اور اس کا بنایا ہوا ہر قانون چونکہ قرآن وسنت کے تابع ہوتا ہے لہٰذا اگر کسی وقت یہ سربراہ قرآن وسنت کے احکام سے تجاوز کرے یا عدل وانصاف کے خلاف کوئی کام کرے تو قاضی کی عدالت سے اس کے خلاف چارہ کار حاصل کرنا ہر ادنیٰ شہری کا ناقابلِ تنسیخ حق ہوتا ہے۔

اس نظامِ حکومت کی تمام تفصیلات کو بیان کرنا اس مقالے کی حدود سے باہر ہے، لیکن یہاں بتلانا صرف یہ تھا کہ حکیم الامت قدس سرہٗ نے اسلام میں جس "شخصی حکومت" کا تذکرہ فرمایا ہے اس میں قدیم بادشاہتوں اور جدید فاشی حکمرانوں اور ڈکٹیٹروں کی خرابی کے بنیادی اسباب موجود نہیں ہیں۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے جمہوریت اور شخصی حکومت پر اپنے متعدد مواعظ اور ملفوظات میں تبصرہ فرمایا ہے جن میں سے غالباً سب سے جامع اور مفصّل بحث اس وعظ میں فرمائی ہے جو "تقلیل الاختلاط مع الانام" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس کے چند مختصر اقتباسات ذیل میں پیش خدمت ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ جمہوری سلطنت کے حامی ہیں وہ بھی شخصیت ہی کے حامی ہیں، مگر شخص کبھی حقیقی ہوتا ہے، کبھی حکمی، فلسفہ کا مسئلہ ہے کہ مجموعہ بھی شخص واحد ہے۔ مگر وہ واحد حکمی ہے، حقیقی نہیں، تو یہ لوگ جس پارلیمنٹ کے فیصلوں کا اتباع کرتے ہیں اس میں گو بظاہر بہت سے آدمی ہوتے ہیں مگر مجموعہ مل کر پھر شخص واحد ہے، کیونکہ جو قانون پاس ہوتا ہے وہ سب کی رائے سے مل کر پاس ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ میں بھی ہر شخص آزاد نہیں کہ جو رائے دیدے وہی پاس ہوجایا کرے، اگر ایسا بھی ہوتا جب بھی کسی قدر آدمی کا دعویٰ صحیح ہوتا، مگر وہاں تو پارلیمنٹ کے بھی ہر شخص کی انفرادی رائے معتبر نہیں، بلکہ اجتماعی رائے معتبر ہے اور اجتماعی رائے پھر شخصی رائے ہے، کیونکہ مجموعہ مل کر واحد حکمی ہوجاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ہم شخص واحد حقیقی کے حامی ہیں اور تم شخصِ واحد حکمی کے حامی ہو۔ جمہوریت کے حامی تو

besturdubooks.wordpress.com

تم بھی نہ رہے، جمہوریت اور آزادی کامل تو جب ہوتی جب ہر شخص اپنے فعل میں آزاد ہوتا، کوئی کسی کا تابع نہ ہوتا، نہ ایک بادشاہ کا، نہ پارلیمنٹ کے دس ممبروں کا، یہ کیا آزادی ہے کہ تم نے لاکھوں کروڑوں آدمیوں کو پارلیمنٹ کے دس ممبروں کی رائے کا تابع بنا دیا، ہم تو ایک ہی کا غلام بناتے تھے تم نے دس کا غلام بنا دیا تم ہی فیصلہ کرلو کہ ایک کا غلام ہونا اچھا ہے یا دس بیس کا غلام ہونا؟ ظاہر ہے کہ جس شخص پر ایک کی حکومت ہو وہ اس سے بہتر ہے جس پر دس بیس کی حکومت ہو۔

یہ حاصل ہے جمہوری سلطنت کا کہ رعایا کی غلامی سے تو اسے بھی انکار نہیں مگر وہ یہ کہتی ہے کہ تم دس بیس کی غلامی کرو اور ہم یہ کہتے ہیں کہ صرف ایک کی غلامی کرو۔"

آگے ارشاد فرماتے ہیں:

"نظام عالم بدون اس کے قائم نہیں ہو سکتا کہ مخلوق میں بعض تابع ہوں بعض متبوع ہوں، آزادئ مطلق سے فساد برپا ہوتے ہیں، اس لئے یہاں آکر ان کو اپنے دعوٰی آزادی سے ہٹنا پڑتا ہے اور شریعت کو کبھی اپنے دعوٰی سے ہٹنا نہیں پڑتا، کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے تابعیت و متبوعیت کی حامی ہے وہ تو آزادی کا سبق سکھاتی ہی نہیں، اول ہی دن سے نبی کے اتباع کا حکم دیتی ہے جس سے تمام مخلوق کو ایک کا تابع کر دیا، بلکہ اگر کسی وقت خدا تعالیٰ نے ایک زمانے میں دو نبی بھی ایک قوم کی طرف ارسال کئے ہیں تو ان میں بھی ایک تابع تھے دوسرے متبوع تھے، چنانچہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام ایک زمانہ میں دو نبی تھے، جو بنی اسرائیل اور قوم قبط کی طرف مبعوث ہوئے تھے، مگر ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام متبوع تھے حضرت ہارون علیہ السلام تابع تھے، دونوں برابر درجہ میں نہ تھے اور یہ تابعیت محض ضابطہ کی تابعیت نہ تھی بلکہ واقعی تابعیت تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام پر پوری حکومت رکھتے تھے، وہ ان کی مخالفت نہ کر سکتے تھے۔"

سیاستِ اسلامیہ ـــــــ ۷۰

besturdubooks.wordpress.com

مزید ارشاد فرماتے ہیں :

”غرض اسلام میں جمہوری سلطنت کوئی چیز نہیں۔ اسلام میں محض شخصی حکومت کی تعلیم ہے اور جن مفاسد کی وجہ سے جمہوری سلطنت قائم کی گئی ہے وہ سلطنت شخصی میں تو محتمل ہی ہیں اور جمہوری میں متیقن ہیں شخصی سلطنت میں یہ خرابیاں بیان کی جاتی ہیں کہ اس میں ایک شخص کی رائے پر سارا انتظام چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ جو چاہے کرے، حالانکہ ممکن ہے کہ کسی وقت اسکی رائے غلط ہو۔ اس لئے ایک شخص کی رائے پر سارا انتظام نہ چھوڑنا چاہیئے، بلکہ ایک جماعت کی رائے سے کام ہونا چاہیئے۔

میں کہتا ہوں کہ جس طرح شخصی سلطنت کے بادشاہ کی رائے میں کبھی غلطی کا احتمال ہے اسی طرح جماعت کی رائے میں بھی غلطی کا احتمال ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ ایک شخص کی رائے ہمیشہ غلط ہوا کرے اور دس کی رائے ہمیشہ صحیح ہوا کرے۔ بلکہ ایسا بھی بکثرت ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص کا ذہن وہاں پہنچتا ہے جہاں ہزاروں آدمیوں کا ذہن نہیں پہنچتا،

ایجادات عالم میں رات دن اس کا مشاہدہ ہوتا ہے، کیونکہ جتنی ایجادات ہیں وہ اکثر ایک ایک شخص کی عقل کا نتیجہ ہیں، کسی نے کچھ سمجھا کسی نے کچھ سمجھا، ایک نے تار برقی کو ایجاد کیا، ایک نے ریل کو ایجاد کیا، تو موجد اکثر ایک شخص ہوتا ہے اور اس کا ذہن وہاں پہنچتا ہے جہاں صدہا ہزارہا مخلوق کا ذہن نہیں پہنچتا۔

علوم میں بھی یہ امر مشاہد ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص کسی مضمون کو اس طرح صحیح حل کرتا ہے کہ تمام شراح و محشین کی تقریریں اس کے سامنے غلط ہو جاتی ہیں۔

تو جماعت کی رائے کا غلط ہونا بھی محتمل ہے، اب بتلائیے :

”اگر کسی وقت بادشاہ کی رائے صحیح ہوئی اور پارلیمنٹ کی رائے غلط ہوئی تو عمل کس پر ہوگا؟“

جمہوری سلطنت میں کثرت رائے سے فیصلہ ہوتا ہے، بادشاہ اپنی رائے

besturdubooks.wordpress.com

سے فیصلہ نہیں کر سکتا، بلکہ کثرت رائے سے مغلوب ہو کر غلط رائے کی موافقت پر مجبور ہوتا ہے اور شخصی سلطنت میں بادشاہ اپنی رائے پر ہر وقت عمل کر سکتا ہے، اور جمہوری میں اگر کثرت رائے غلطی پر ہوئی تو صحیح رائے پر عمل کرنے کی کوئی صورت نہیں، سب مجبور ہیں غلط رائے کی موافقت پر، اور یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ اس لئے یہ قاعدہ کلیہ غلط ہے:

"کثرتِ رائے پر فیصلہ کیا جائے"

بلکہ قاعدہ یہ ہونا چاہیے:

"صحیح رائے پر عمل کیا جائے خواہ وہ ایک ہی شخص کی رائے ہو"

مزید آگے ارشاد فرماتے ہیں:

"دوسرے جو لوگ کثرت رائے پر فیصلہ کا مدار رکھتے ہیں وہ بادشاہ کو تنہا فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں دیتے، وہ پہلے ہی سے اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارا بادشاہ ایسا ضعیف الرائی ہے کہ اس کی تنہا رائے قابلِ اعتبار نہیں، اور وہ نااہل ہے، تو واقعی جو لوگ اپنے بادشاہ کو ایسا سمجھتے ہیں ہم ان سے گفتگو نہیں کرتے، ان کو جمہوریت مبارک ہو۔ ایسا نااہل بادشاہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کو شخصی سلطنت کا بادشاہ بنایا جائے۔ اسلام میں جو شخصی سلطنت کی تعلیم ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی حکم ہے: "اے اہل حل وعقد، اور اے جماعتِ عقلاء! بادشاہ ایسے شخص کو بناؤ، جو اتنا صاحب الرائی ہو کہ اگر کبھی اس کی رائے سارے عالم کے بھی خلاف ہو تو یہ احتمال ہو سکے کہ شاید اسی کی رائے صحیح ہو۔ اور جس کی رائے میں اتنی درایت نہ ہو اس کو ہرگز بادشاہ نہ بناؤ"

اب بتلاؤ:

"جس کی رائے اتنی رزین ہو کہ سارے عالم کے مقابلے میں بھی اسکی رائے کے صائب ہونے کا احتمال ہو وہ حکومت شخصی کے قابل ہے یا نہیں"؟

یقیناً قابل ہے بشرطیکہ اہل حل وعقد انتخاب میں خیانت نہ کریں۔

بس ہم شخصی سلطنت کے اس لئے حامی ہیں کہ ہم بادشاہ کو رزین العقل، صاحب الرائی سمجھتے ہیں اور تم کثرت رائے کے اس لئے حامی ہو کہ تم اپنے بادشاہ

besturdubooks.wordpress.com

کو ضعیف الرائی اور نااہل سمجھتے ہو تو ایسے شخص کو بادشاہ بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے جس کے لئے ضم ضمیمہ کی ضرورت ہو؟ بلکہ پہلے ہی سے بادشاہ ایسے شخص کو بناؤ جو ضم ضمیمہ کا محتاج نہ ہو۔ مستقل الرائی ہو۔ اور اگر تم بھی اپنے بادشاہ کو مستقل الرائی، صائب العقل، رزین سمجھتے ہو تو پھر کثرت رائے پر فیصلہ کا مدار رکھنا اور کامل العقل کو ناقصین کی رائے کا تابع بنانا ظلم ہے جس کا حماقت ہونا بدیہی ہے۔

بعض لوگوں کو یہ حماقت سوجھی کہ وہ جمہوری سلطنت کو اسلام میں ٹھونسنا چاہتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ اسلام میں جمہوریت ہی کی تعلیم ہے اور استدلال میں یہ آیت پیش کرتے ہیں:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ

مگر یہ بالکل غلط ہے ان لوگوں نے مشورہ کی دفعات ہی کو دفع کر دیا اور اسلام میں مشورہ کا جو درجہ ہے اس کو بالکل نہیں سمجھا۔ اسلام میں مشورہ کا درجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ تم اپنے شوہر سے رجوع کر لو۔

قصہ یہ ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے باندی تھیں اور اسی حالت میں ان کا نکاح ایک شخص سے جن کا نام مغیث تھا ان کے آقا نے کر دیا تھا۔ جب وہ آزاد ہوئیں تو قانون اسلام کے مطابق انکو یہ اختیار دیدیا گیا کہ جو نکاح حالت غلامی میں ہوا تھا اگر چاہیں اس کو باقی رکھیں، اگر چاہیں فسخ کر دیں۔ اصطلاح شریعت میں اس کو اختیار عتق کہتے ہیں، اس اختیار کی بنار پر حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نکاح سابق کو فسخ کر دیا، لیکن ان کے شوہر کو ان سے بہت محبت تھی۔ وہ صدمۂ فراق میں مدینہ کی گلی کوچوں میں روتے پھرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر رحم آیا اور حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ نے فرمایا:

"اے بریرہ! کیا اچھا ہو کہ اگر تم اپنے شوہر سے رجوع کر لو۔"

تو وہ دریافت فرماتی ہیں:

besturdubooks.wordpress.com

"یارسول اللہ! یہ آپ کا حکم ہے یا مشورہ کی ایک فرد ہے؟ اگر حکم ہے تو بسر و چشم منظور ہے گو مجھ کو تکلیف ہی ہو۔"

آپ نے فرمایا:

"حکم نہیں صرف مشورہ ہے"۔

حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صاف عرض کر دیا:

"اگر مشورہ ہے تو میں اس کو قبول نہیں کرتی"۔

لیجئے! اسلام میں یہ درجہ ہے مشورہ کا، کہ اگر نبی اور خلیفہ بدرجہ اولیٰ رعایا کے کسی آدمی کو کوئی مشورہ دیں تو اس کو حق ہے کہ مشورہ پر عمل نہ کرے اور یہ محض ضابطہ کا حق نہیں، بلکہ واقعی حق ہے، چنانچہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ پر عمل نہ کیا تو حضور ان سے ذرا بھی ناراض نہ ہوئے اور نہ حضرت بریرہ کو کچھ گناہ ہوا، نہ ان پر کچھ عتاب ہوا۔ سو جب اُمت اور رعایا اپنے نبی یا بادشاہ کے مشورہ پر عمل کرنے کے لئے اسلام میں مجبور نہیں تو نبی یا خلیفہ رعایا کے مشورہ سے کیونکر مجبور ہو جائے گا کہ رعایا جو مشورہ دیں اسی کے موافق عمل کرے اس کے خلاف کبھی نہ کرے۔

پس شاورھم فی الامر سے صرف یہ ثابت ہوا کہ حکام رعایا سے مشورہ کر لیا کریں، یہ کہاں ثابت ہوا کہ ان کے مشورہ پر عمل بھی ضرور کیا کریں، اور اگر کثرت رائے بادشاہ کے خلاف ہو جائے تو وہ کثیرین کے مشورہ پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہے۔

اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اس وقت تک شاورھم فی الامر سے جمہوریت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ جب اسلام میں ایک معمولی آدمی بھی بادشاہ کے مشورہ پر مجبور نہیں ہوتا تو تم بادشاہ کو رعایا کے مشورہ پر کیونکر مجبور کرتے ہو؟ آخر اس کی کوئی دلیل بھی ہے یا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے؟ اور ہمارے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دلیل موجود ہے کہ کسی کے مشورہ پر عمل کرنا ضروری نہیں، خواہ نبی

besturdubooks.wordpress.com

ہی کا مشورہ کیوں نہ ہو۔

اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اگر حکام رعایا سے مشورہ لیں تو وہ ان کے مشورہ پر عمل کرنے کے لئے ہرگز مجبور نہیں ہیں، بلکہ عمل خود اپنی رائے پر کریں، خواہ وہ دنیا بھر کے مشورہ کے خلاف کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اسی آیت میں آگے ارشاد ہے:

فاذا عزمت فتوکل علی اللہ:

کہ مشورہ کے بعد جب آپ ارادہ کسی بات کا کریں تو خدا پر بھروسہ کرکے اس پر عمل کریں، یہاں اِذَا عَزَمْتَ صیغۂ واحد ہے، معلوم ہوا کہ عزم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مستقل تھے۔ اسی طرح آپ کا نائب یعنی سلطان بھی عزم میں مستقل ہے۔ اگر عزم کا مدار کثرت رائے پر ہوتا تو اذا عزمت نہ فرماتے، بلکہ اس کے بجائے:

اذا عزم اکثرکم فتوکلوا علی اللہ۔

فرماتے،

پس جس آیت سے یہ لوگ جمہوریت پر استدلال کرتے ہیں اس کا اخیر جزو خود ان کے دعوے کی تردید کر رہا ہے۔ مگر ان کی حالت یہ ہے،

حفظت شیئا وغابت عنک اشیاء۔

کہ ایک جزو کو دیکھتے ہیں اور دوسرے جزو سے آنکھیں بند کرلیتے ہیں۔

دوسرے اس آیت میں صرف حکام کو یہ کہا گیا ہے کہ وہ رعایا سے مشورہ کرلیا کریں۔ رعایا کو تو یہ حق نہیں دیا گیا کہ از خود استحقاقاً حکام کو مشورہ دیا کرو۔ چاہے وہ مشورہ لیں یا نہ لیں اہل مشورہ ان کو مشورہ سننے پر مجبور کرسکیں۔ چنانچہ شریعت میں:

اشیروا الحکام وھو حقکم علیھم۔

کہیں نہیں کہا گیا، جب رعایا کو از خود مشورہ دینے کا کوئی حق بدرجۂ لزوم نہیں تو پھر اسلام میں جمہوریت کہاں ہوئی؟ کیونکہ جمہوریت میں تو پارلیمنٹ کو از خود رائے دینے کا حق ہوتا ہے، چاہے بادشاہ ان

besturdubooks.wordpress.com

سے رائے لے یا نہ لے"

(تقلیل الاختلاط مع الانام ص ۹ تا ۱۱، واشرف الجواب ط۳۱ تا ۳۱۰ مطبوع ملتان ومعارف حکیم الامت ص۶۲۰ تا ۶۳۰)

حکمرانی ایک ذمہ داری ہے نہ کہ حق :

پھر غیر اسلامی شخصی حکومتوں میں اور اسلام کی شخصی حکومت میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ غیر اسلامی معاشروں میں "شخصی حکومت" ایک "حق" (PRINILEGE) یا ایک فائدہ (ADVANTAGE) ہے، اسی لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حق کس کو ملے؟ اور کس کو نہ ملے؟ اور اسی لئے لوگ از خود اس کے حصول کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ اس کے برعکس اسلام میں یہ ایک "امانت" یا ایک "ذمہ داری" ہے جو حکمران کے لئے اسباب عیش فراہم کرنے کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ کندھے پر دنیا و آخرت کا ایک زبردست بوجھ سوار کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا یہ از خود کوشش کر کے حاصل کرنے کی چیز نہیں ہے بلکہ ایسی چیز ہے جس سے انسان اپنی استطاعت کی حد تک جتنا بھاگ سکے اتنا ہی بہتر ہے۔ اسی لئے اسلام میں اُس شخص کو "حکومت" کے لئے نااہل قرار دیا گیا ہے جو خود اس کا طلب گار ہو، چنانچہ اسلامی سیاست میں "اُمیدواری" (CANDIDATURE) کا کوئی تصوّر موجود نہیں ہے۔

حکومت کے فرائض :

لہٰذا جس شخص کو بھی یہ ذمّہ داری سونپی جائے اُسے اِس نقطۂ نظر کے ساتھ اُسے سنبھالنا ہے کہ "حکومت" بذاتِ خود مقصود نہیں جس سے ہر حال میں چمٹے رہنا ضروری ہو، بلکہ اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے، لہٰذا اگر کبھی حکومت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں تعارض ہوگا تو وہ بلا تأمّل اپنی حکومت کو اللہ کی خوشنودی پر قربان کر دوں گا۔ اس سلسلے میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ ایک وعظ میں فرماتے ہیں :

"یاد رکھو! سلطنت مقصود بالذات نہیں، بلکہ اصل مقصود رضائے حق ہے اگر ہم سے خدا راضی نہ ہو تو ہم سلطنت کی حالت میں فرعون ہیں، اور لعنت ہے ایسی سلطنت پر جس سے ہم فرعون کے مشابہ ہوں۔ اگر سلطنت مقصود بالذات

besturdubooks.wordpress.com

ہوتی تو فرعون، ہامان، نمرود، شداد بڑے مقرب ہونے چاہئیں، حالانکہ وہ مردود ہیں۔ معلوم ہوا کہ سلطنت وہی مطلوب ہے جس میں رضائے حق بھی ساتھ ساتھ ہو، اور جس سلطنت میں رضائے حق نہ ہو وہ وبالِ جان ہے" اگر ہم سے خدا راضی ہو تو ہم پاخانہ اٹھانے پر راضی ہیں، اور اسی حالت میں ہم بادشاہ ہیں۔

آخر حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ کیا تمہارے نزدیک پاگل تھے؟ ان کو تو سلطنت ملی ہوئی تھی، پھر کیوں چھوڑی؟ محض اس لئے کہ مقصود میں خلل واقع ہوتا تھا، معلوم ہوا کہ سلطنت خود مقصود نہیں، بلکہ مقصود دوسری چیز ہے کہ اگر اس میں خلل واقع ہونے لگے تو اس وقت ترکِ سلطنت ہی سلطنت ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ ہر فن کے امام ہیں، حدیث میں ثقہ اور محدث ہیں، اور فقہاء میں فقیہ، اور صوفیہ میں تو امام ہیں، ان کو کوئی پاگل نہیں کہہ سکتا، جو ان کو پاگل کہے وہ خود پاگل ہے۔ پھر دیکھو تو انھوں نے کیا کیا؟ جب رضائے حق میں سلطنت کو مزاحم دیکھا تو بادشاہت پر لات مار کر الگ ہوگئے۔

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سلطنت مُضر مقصود نہ تھی تو ان کو اجازت دی گئی کہ منصبِ خلافت کو قبول کریں، اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مُضر مقصود تھی تو ان کے لئے حکم ہے:

لاتَلِیَنَّ مالَ یتیمٍ ولا تقضینّ بین اثنین۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ سلطنت خود مقصود نہیں، بلکہ مقصود رضائے حق ہے، اگر سلطنت سے مقصود میں خلل واقع ہو تو اس وقت اس سے منع کیا جائے گا۔" (تقلیل الاختلاط مع الانام ص۲۹، ۲۲، اشرف الجواب ص۵۵، ۴۵۱/۴)

لہٰذا اسلامی حکمران کا فریضہ ہے کہ وہ حکومت کو رضائے الٰہی کا وسیلہ بنانے کے لئے اسلامی احکام پر عمل اور ان کے نفاذ کے لئے اپنی جان توڑ کوشش صرف کرے، ورنہ اس کی حکومت بیکار محض اور اس کا حکومت سے چمٹا رہنا ناجائز و حرام ہے۔ لہٰذا اس کا یہ فرض ہے کہ انتہائی جزرسی کے ساتھ اپنے اقدامات

besturdubooks.wordpress.com

کا جائزہ لیتا رہے، اور شریعت کے معاملے میں ادنیٰ غفلت کو گوارا نہ کرے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

”سلطنتیں جو گئی ہیں میرے نزدیک چھوٹی چیزوں کے اہتمام کی غفلت ہی سے گئی ہیں، کیونکہ چھوٹی چھوٹی جزئیات کی طرف سے جو غفلتیں ہوتی رہتی ہیں وہ سب مل کر ایک بہت بڑا مجموعہ غفلتوں کا ہو جاتا ہے جو آخر میں رنگ لاتا ہے اور زوال سلطنت کا موجب ہوتا ہے، نیز جب چھوٹی چھوٹی باتوں کا اہتمام نہیں ہوتا تو غفلت کی عادت پڑ جاتی ہے، پھر بڑے بڑے امور میں بھی غفلت ہونے لگتی ہے، اور وہ براہِ راست مخل ہے سلطنت کی“ (اصلاح المسلمین ص۱۷۹ بحوالہ الافاضات حصہ ہفتم ملفوظ ۲۵۹)

مسلمان حاکم کا فرض جس طرح یہ ہے کہ وہ خود انصاف کے خلاف کوئی کام نہ کرے اسی طرح اس کا فرض یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کو بھی ظلم نہ کرنے دے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

”حاکم تنہا اپنی احتیاط سے نجات نہیں پا سکتا، بلکہ اس کا انتظام بھی اس کے ذمے ہے کہ متعلقین بھی ظلم نہ کرنے پائیں، جس کی صورت یہ ہے کہ عام طور سے اشتہار دیدے کہ میرے یہاں رشوت کا بالکل کام نہیں، اس لئے اگر میرے عملے میں بھی کوئی شخص کسی سے رشوت مانگے تو ہرگز نہ دے، بلکہ ہم سے اس کی اطلاع کرے، پھر اطلاع کے بعد جس نے ایسی حرکت کی ہو اس سے رقم واپس کرائے اور کافی سزا دے ...... نیز حکام کو یہ بھی چاہیے کہ لوگوں کے تعلقات براہِ راست اپنے سے رکھیں کسی شخص کو واسطہ نہ بنائیں، کیونکہ یہ واسطے بہت ستم ڈھاتے ہیں۔ اگر کہو کہ صاحب! یہ تو بڑا مشکل ہے، تو حضرت! حکومت کرنا آسان نہیں، یہ منہ کا نوالہ نہیں ہر وقت جہنم کے کنارے پر ہے“

(انفاس عیسیٰ ص ۳۲۷ جلد ۱ باب ۴)

اسلامی حکومت میں حکمران اور علماء کے درمیان تقسیم کار کیا ہونی چاہیئے؟ اس کے بارے میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

besturdubooks.wordpress.com

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں دو شانیں تھیں، شانِ نبوت اور شانِ سلطنت، اس کے بعد خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی دونوں کے جامع تھے، مگر اب یہ دونوں شانیں دو گروہ پر تقسیم ہوگئیں شانِ نبوت کے مظہر علماء ہیں اور شانِ سلطنت کے مظہر سلاطینِ اسلام، اب اگر یہ سلاطین علماء سے استغناء کرتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شان سے اعراض لازم آتا ہے، اور اگر علماء سلاطین کی مخالفت کرتے ہیں تو اس سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ایک شان سے اعراض لازم آتا ہے، اب صورت دونوں کے جمع کرنے کی یہ ہے کہ سلاطین سے تو میں یہ کہتا ہوں:

"وہ اپنی حدود میں کوئی حکم اس وقت تک نافذ نہ کریں جب تک علماءِ حق سے استفتاء نہ کرلیں"

اور علماء سے یہ کہتا ہوں:

"وہ نفاذ کے بعد اس پر کاربند ہوں"

"اگر یہ دونوں شانیں جو حضور صلی اللہ ہی کی ہیں اس طرح جمع ہوجائیں تو مسلمانوں کی بہبود اور فلاح کی صورت نکل آئے، اور ان کی ڈوبتی ہوئی کشتی ساحل پر جا لگے، ورنہ اللہ ہی حافظ ہے"

(اصلاح المسلمین ص۵۳۶)

مباحات کے دائرے میں رہتے ہوئے حکمران کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ عقلمند اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ لیتا رہے، لیکن مشورے کے بعد جب کسی جانب رجحان ہوجائے اور اللہ کے بھروسے پر اس کے مطابق فیصلہ کرلے تو تمام لوگوں پر اس کی اطاعت واجب ہے خواہ ان کی رائے کے خلاف ہو۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"سلطان کو چاہیئے کہ ہمیشہ عقلاء سے رائے لیتا رہے، بدون رائے لئے بہت سی باتیں نظر سے غائب رہتی ہیں، اور یہ مشورہ اور رائے تو مطلوب ہے مگر یہ مخترعہ متعارفہ جمہوریت محض گھڑا ہوا ڈھکوسلہ ہے، بالخصوص ایسی

besturdubooks.wordpress.com

جمہوری سلطنت جو مسلم اور کافر ارکان سے مرکب ہو وہ تو غیر مسلم ہی سلطنت ہوگی، ایسی سلطنت اسلامی سلطنت نہ کہلائے گی۔"

اس پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر سلطان کے مشورہ لینے کے وقت اہلِ شوریٰ میں اختلاف رائے ہوجائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ سلطان کی رائے سے اختلاف کرنا مذموم تو نہیں، اس پر فرمایا:

"جو اختلاف حکمت اور مصلحت اور تدیّن و خیرخواہی پر مبنی ہو وہ مذموم نہیں، مگر اس کی بھی ایک حد ہے، یعنی یہ اختلاف اسی وقت تک جائز ہے جب تک مشورہ کا درجہ رہے، مگر بعد نفاذ اختلاف کرنا یا خلاف کرنا مذموم ہے، نفاذ کے بعد تو اطاعت ہی واجب ہے۔"

(الافاضات الیومیۃ ص۱۱۱، ۱۱۲ جلد ۳ ملفوظ ۲۵۲)

یہ درحقیقت اس آیتِ قرآنی کی توضیح ہے جس میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔

"اور ان سے معاملے میں مشورہ کرو، اور جب کوئی عزم کرلو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔"

(۳) اقامتِ دین کے لئے سیاسی جدّوجہد کا شرعی مقام اور اس کی حدود

تیسرا موضوع جس پر اس مقالے میں حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے ارشادات پیش کرنے مقصود ہیں یہ ہے کہ کیا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ ایک صحیح اسلامی حکومت کے قیام اور غیر اسلامی طاقتوں کے شر سے دفاع کے لئے جدّوجہد کریں؟ اگر ضروری ہے تو اس جد وجہد کی حدود کیا ہونی چاہئیں؟ اس موضوع پر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مستقل رسالہ "الروضة الناضرة فی المسائل الحاضرة" کے نام سے تحریر فرمایا ہے، جس میں اصولی طور پر سیاسی جد وجہد کی شرعی حیثیت کو بھی واضح فرمایا ہے اور اپنے زمانے کے سیاسی حالات کے بارے میں اپنی رائے بھی ظاہر فرمائی ہے۔ یہ رسالہ مختصر مگر بہت پُرمغز اور جامع ہے۔ لیکن چونکہ اہلِ علم کے لئے لکھا گیا ہے، اس لئے اس میں علمی اور اصطلاحی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

besturdubooks.wordpress.com

"مدافعت کفار کی مطلقاً اہلِ اسلام سے، اور خصوص سلطنتِ اسلامیہ سے جس میں خلافت وغیرِ خلافت، اور جس میں سلطنتِ اسلامیہ واقعیہ و سلطنتِ اسلامیہ مزعومۂ کفار سب داخل ہیں، پھر خصوص شعائر اسلام سے جن میں مقاماتِ مقدسہ، بالخصوص حرمین شریفین بھی داخل ہیں، سب مسلمانوں پر فرض ہے، کبھی علی العین، کبھی علی الکفایۃ علی اختلاف الاحوال، مگر اس کی فرضیت کے کچھ شرائط ہیں جو کتبِ فقہ میں مذکور ہیں،

منجملہ ان کے ایک شرط استطاعت بھی ہے، اور استطاعت سے مراد استطاعتِ لغویہ نہیں استطاعتِ شرعیہ ہے، جس کو اس حدیث نے صاف کر دیا ہے:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ الحدیث، رواہ مسلم (مشکوٰۃ باب الامر بالمعروف)

ظاہر ہے کہ استطاعت باللسان ہر وقت حاصل ہے، پھر اس کے انتفاء کی تقدیر کب متحقق ہوگی؟ اس سے ثابت ہوا کہ استطاعت سے مراد یہ ہے کہ اس میں ایسا خطرہ نہ ہو جس کی مقاومت بظنِ غالب عادۃً ناممکن ہو۔

اسی طرح ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس دفاع کے بعد اس سے زیادہ شر میں مبتلا نہ ہو جائیں، مثلاً کفار کی جگہ کفار ہی مسلط ہوں یا مرکب کافر و مسلم سے، کہ مجموعہ تابع اخس کے ہوتا ہے، کیونکہ اس صورت میں غایت ہی مفقود ہے، اور وہ اخلاء الارض من الفساد ہے، اور قاعدہ ہے:

الشیء اذا خلا عن الغایۃ انتفی۔

اور اگر ایسا خطرہ ہو تو پھر وجوب تو ساقط ہو جائے گا، باقی جواز، اس میں تفصیل ہے، بعض صورتوں میں جواز بھی نہیں، بعض میں جواز بلکہ استحباب بھی ہے۔ اور مدار بنارِ جواز و عدمِ جواز یا استحباب کا اجتہاد اور رائے پر ہے۔ پس اس میں دو اختلاف کی گنجائش ہے۔

ایک علمی کہ واقعات سے ایک شخص کے نزدیک عدمِ جواز کی بنار

besturdubooks.wordpress.com

متحقق ہے اور دوسرے کے نزدیک جواز یا استحباب کی۔

دوسرا عملی کہ باوجود بنارجواز یا استحباب پر متفق ہونے کے ایک نے بنار پر عدم وجوب رخصت پر عمل کیا، دوسرے نے بنار بر استحباب عزیمت پر عمل کیا۔ ایک کو دوسرے پر ملامت کرنے کا حق نہیں۔

اور اگر کسی مقام پر تسلط مسلمان ہی کا ہو، مگر وہ مسلمان کافر سے سالمت رکھتا ہو تو اس کو تسلطِ کافر کہنا محلِ تامل ہے۔"

(افاداتِ اشرفیہ درمسائل سیاسیہ ص۱۰)

خلاصہ:

اگر استطاعت ہو اور کسی بڑے مفسدے کا اندیشہ نہ ہو تو یہ جدّوجہد واجب ہے، کبھی علی العین اور کبھی علی الکفایۃ۔

لیکن اگر کسی بڑے مفسدے کا اندیشہ ہو یا استطاعت نہ ہو تو واجب نہیں، لیکن مختلف حالات میں جائز یا مستحب ہوسکتی ہے اور اس کے تعین میں اہلِ علم کی آرار بھی مختلف ہوسکتی ہیں اور یہ اختلاف آرار اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو نہ مذموم ہے نہ اس میں کسی کو دوسرے پر ملامت کرنے کا حق ہے۔

لیکن چونکہ دین کا مقصودِ اصلی سیاست نہیں، بلکہ دیانات اور ان کے ذریعے رضائے حق کا حصول ہے، جیساکہ مقالے کے آغاز میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کے الفاظ میں اس کی تفصیل عرض کی جاچکی ہے، اس لئے ہر قسم کی سیاسی جدّوجہد شرعی احکام کے دائرے میں رہ کر ہونی چاہیئے۔ سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے دین کے کسی معمولی سے معمولی حکم یا تقاضے کو بھی قربان کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب جدوجہد کرنے والا پورے اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ صرف دینِ حق کی سربلندی اور باری تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے یہ جدّوجہد کر رہا ہو اور محض جاہ و جلال کا حصول اس کا مطمحِ نظر نہ ہو اور وہ شدید نفسانی تقاضوں کے باوجود اپنے آپ کو شریعت کے تابع رکھنے پر قادر ہو، ورنہ سیاست ایسا خارزار ہے جس میں قدم قدم پر نام و نمود اور جاہ و مال کے فتنے پیدا ہوتے ہیں، نفس و شیطان کی تاویلات انسان پر یلغار کرتی ہیں اور بسا اوقات وہ ان تمام محرکات سے

besturdubooks.wordpress.com

مغلوب ہو کر اُسی راستے پر چل پڑتا ہے جس پر دنیا جارہی ہے، اور رفتہ رفتہ اس کی سیاست اسلامی سیاست کے بجائے لادینی سیاست ہو کر رہ جاتی ہے۔

سیاسی جدوجہد اور تزکیۂ اخلاق:

لہٰذا اس جدوجہد کی شرطِ اوّل یہ ہے کہ انسان کے اعمال و اخلاق کا تزکیہ ہو چکا ہو۔ اور اس کے جذبات و خیالات اعتدال کے سانچے میں ڈھل چکے ہوں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیس سالہ عہدِ نبوت میں ابتدائی تیرہ سال اس طرح گزرے ہیں کہ نہ ان میں کوئی جہاد ہے نہ حکومت و ریاست ہے، نہ کسی قسم کی سیاسی جدوجہد ہے، کوئی اگر مارتا اور اذیتیں دیتا ہے تو اس کے جواب میں بھی ہاتھ اُٹھانے کی اجازت نہیں اور اس کے بجائے مسلسل صبر کی تعلیم و تلقین کی جا رہی ہے، یہ تیرہ سال تعلیم و تربیت اور تزکیۂ اخلاق کے سال ہیں، مجاہداتِ نفس کی اس بھٹی سے گزرنے کے بعد جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اخلاق و اعمال صیقل ہو چکے تو اس کے بعد مدنی زندگی میں حکومت و سیاست اور جہاد و قتال کا سلسلہ شروع ہوا ہے

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دیکھئے اس کی تائید میں ایک باریک نکتہ بتلاتا ہوں وہ یہ کہ مسلمانوں کو مکہ میں رہتے ہوئے قتال کی اجازت نہیں ہوئی مدینہ میں پہنچ کر اجازت ہوئی، اس کی کیا وجہ ہے؟ ظاہر بیں یہ سمجھتے ہیں کہ قلتِ جماعت و قلتِ اسباب اس کا سبب تھا۔

یہ خلافِ تحقیق ہے، کیونکہ مدینہ ہی میں پہنچ کر کیا جماعت بڑھ گئی تھی؟ کفار کا پھر بھی غلبہ تھا۔ مدینہ کی تمام جماعت تمام عرب کے مقابلے میں کیا چیز تھی؟ بلکہ اگر یہ دیکھا جائے کہ تمام کفارِ عالم کے مقابلے میں یہ اجازت ہوئی تھی، تب تو مدینہ کیا سارا عرب بھی قلیل تھا اسی طرح مدینہ پہنچ کر سامان میں کیا زیادتی ہو گئی تھی؟ ..... نصوص سے خود معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کفار کے مقابلے میں اکثر مواقع میں اس قدر کم ہوتی تھی کہ ملائکہ کا جوڑ لگایا جاتا تھا.... اور یہ صورت ملائکہ کی مکہ میں رہتے ہوئے بھی ممکن تھی مگر پھر بھی اس صورت

besturdubooks.wordpress.com

کو اختیار کر کے وہاں اجازت نہ دی گئی، تو اس کی کوئی اور وجہ بتلانی چاہیئے اہل ظاہر اس کی شافی وجہ نہیں بتلا سکتے۔

محققین نے فرمایا ہے کہ اصل بات یہ تھی کہ مکہ میں عام مسلمانوں کے اندر اخلاق حمیدہ اخلاص وصبر وتقویٰ کامل طور پر راسخ نہ ہوئے تھے، اس وقت اگر اجازت قتال کی ہو جاتی تو سارا مقابلہ جوشِ غضب اور انتقام للنفس کے لئے ہوتا، محض اخلاص اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے نہ ہوتا اور اس حالت میں وہ اس قابل نہ ہوتے کہ ملائکہ کی جماعت سے ان کی امداد کی جاوے اور حمایت الٰہی ان کے شاملِ حال ہو۔ چنانچہ آیتِ مذکورہ میں بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا کی شرط بتلا رہی ہے کہ حمایتِ الٰہی اسی وقت متوجہ ہوتی ہے جبکہ مسلمان صبر وتقویٰ میں راسخ ہوں، (اور تقویٰ کے معنی ہیں: احتراز عمّا نہی اللہ عنہ وامتثال ما امر بہ جس میں اخلاص اور احتراز عن الریاء وعن شائبۃ النفس بھی داخل ہے) اور مدینہ میں پہنچ کر یہ اخلاق راسخ ہو گئے تھے۔ مہاجرین کو مکہ میں رہنے کی حالت میں کفار کی ایذاء پر صبر کرنے سے نفس کی مقاومت سہل ہو گئی نیز قوت غضب نفسانی ضعیف بلکہ زائل ہو گئی تھی۔

پھر ہجرت کے وقت جب انھوں نے اپنے وطن، اہل وعیال اور مال ودولت سب پر خاک ڈال دی تو ان کی محبتِ الٰہی کامل ہو گئی، اور محبت دنیا ان کے قلب سے بالکل نکل گئی۔ انصار مدینہ نے مہاجرین کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے ان کے قلوب بھی محبتِ الٰہی سے لبریز اور محبت دنیا سے پاک ہو گئے تھے، چنانچہ انصار نے خوش خوش ان حضرات کو اپنے مکانات واموال میں شریک کرنا چاہا۔

غرض واقعۂ ہجرت سے مہاجرین وانصار دونوں کا امتحان ہو گیا جس میں وہ کامل اُترے۔ اس کے بعد ان کو اجازت قتال دی گئی کہ اب جو کچھ کریں گے محض خدا کے لئے کریں گے جوشِ غضب اور خواہشِ

besturdubooks.wordpress.com

انتقام اور شفاءِ غیظِ نفس کے لئے کچھ نہ کریں گے اس وقت یہ اس قابل ہونگے کہ حمایتِ الٰہی ان کا ساتھ دے اور ملائکۂ رحمت ان کی مدد کریں۔ چنانچہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واقعات اس پر شاہد ہیں کہ وہ جو کچھ کرتے تھے خدا کے لئے کرتے تھے حتیٰ کہ مثنوی میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی کو معرکۂ قتال میں پچھاڑا اور ذبح کا ارادہ کیا۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ اُس کم بخت نے آپکے چہرۂ مبارک پر تھوکا۔ اب چاہیئے تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو فوراً ہی ذبح کر ڈالتے، مگر تھوکنے کے بعد آپ فوراً اس کے سینے پر سے کھڑے ہوگئے۔ اور فوراً اسے چھوڑ دیا۔ وہ یہودی بڑا متعجب ہوا، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی کہ اگر آپ نے مجھ کو کافر سمجھ کر قتل کرنا چاہا تھا تو تھوکنے پر کیوں رہا کر دیا؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"بات یہ ہے کہ اوّل جب میں نے تجھ پر حملہ کیا تو اس وقت بجز رضائے حق کے مجھے کچھ مطلوب نہ تھا۔ اور جب تو نے مجھ پر تھوکا تو مجھے غصہ اور جوشِ انتقام پیدا ہوا، میں نے دیکھا کہ اب میرا تجھے قتل کرنا محض خدا کے لئے نہ ہوگا بلکہ اس میں نفس کی بھی آمیزش ہوگی اور میں نے نہ چاہا کہ نفس کے لئے کام کر کے اپنے عمل کو ضائع کروں اس لئے تجھے رہا کر دیا۔"

وہ یہودی فوراً مسلمان ہوگیا اور سمجھ گیا کہ واقعی یہی مذہب حق ہے جس میں شرک سے اس درجہ نفرت دلائی گئی ہے کہ کوئی کام نفس کے لئے نہ کرو۔ بلکہ محض خدا کے لئے ہر کام کرو۔ دوستی اور دشمنی میں بھی نفس کی آمیزش سے روکا گیا ہے۔

اب ہماری یہ حالت ہے کہ جو لوگ خدمت اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں ان میں اکثر وہ لوگ ہیں جو نفس کے واسطے کام کرتے ہیں، اپنے ذرا ذرا سے کارناموں کو اچھالتے اور اخباروں میں شائع کرتے ہیں۔ احکامِ الٰہی کی پروا نہیں کرتے۔ بس ان کا مقصود یہ ہے کہ کام ہونا چاہیئے خواہ

besturdubooks.wordpress.com

شریعت کے موافق ہو یا مخالف، چندہ میں جائز و ناجائز کی پروا نہیں، صَرف میں حلال و حرام کا خیال نہیں، پھر حمایت الٰہی ان کے ساتھ کیونکر ہو؟ بلکہ اب تو یہ کہا جاتا ہے کہ میاں مسئلہ مسائل کو ابھی رہنے دو اس وقت تو کام کرنا چاہیئے، بعد کو مسئلہ مسائل دیکھے جائیں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان صاحبوں کو یہ خبر نہیں کہ مسئلہ مسائل کے بغیر تو مسلمان کو نہ دنیوی فلاح ہوسکتی ہے نہ اُخروی، اور سب سے زیادہ اخلاص نیت کی ضرورت ہے جس کا یہاں صفر ہے"

(وعظ محاسن اسلام در مجموعہ مواعظ "محاسن اسلام" ص۲۸ مطبوعہ ملتان)

یہ بات مشہور ہے کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ ہندوستان کی سیاسی تحریکات سے الگ رہے، اس دَوران ایک صاحب نے یہ پیش کش کی کہ ہم آپکو امیر المؤمنین بناتے ہیں آپ ہماری قیادت فرمائیے۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پیش کش کا مناسب جواب دینے کے بعد فرمایا:

"سب سے پہلے جو امیر المؤمنین ہوکر حکم دوں گا وہ یہ ہوگا کہ دس برس تک سب تحریک اور شور و غل بند۔ ان دس سالوں میں مسلمانوں کی اصلاح کی کوشش کی جائے گی۔ جب یہ قابل اطمینان ہوجائیں گے تب مناسب حکم دوں گا"

(الافاضات الیومیہ ص ۶۷ ج ۳ ملفوظ ۸۹ ملقب بہ تدبیر الفلاح)

اگر ہم حقیقت پسندی سے اپنے حالات کا جائزہ لیں تو محسوس ہوگا کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے اس اقتباس میں ہماری دُکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھدیا ہے اگر آج ہماری سیاست کی بیل منڈھے نہیں چڑھتی تو اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم مکی زندگی کے تیرہ سال کی چھلانگ لگاکر پہلے ہی دن سے مدنی زندگی کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو اخلاقی اور روحانی اعتبار سے تیار کیئے بغیر اصلاح قوم کا جھنڈا لے کر کھڑے ہوگئے ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ جھنڈا کس طرح پکڑا جاتا ہے؟ نہ ہمیں یہ پتہ ہے کہ اسے سربلند رکھنے کا طریقہ کیا ہے؟ نہ ہم نے اس کام کی کوئی تربیت حاصل کی ہے۔ بس ہم نے کچھ دوسری قوموں کو اپنے سیاسی مقاصد کے

besturdubooks.wordpress.com

حصول کے لئے جھنڈا اُٹھائے دیکھا تو انہی کی نقالی ہم نے بھی شروع کردی، نتیجہ یہ ہے کہ ہماری سیاسی جدوجہد کا طرز و انداز، ہماری کوششوں کا طریق کار، ہماری اختیار کی ہوئی تدبیریں تقریباً سب کی سب وہ ہیں جو ہم نے دوسری قوموں سے مستعار لی ہیں اور ان کو شریعت کی کسوٹی پر صحیح طریقے سے پرکھے بغیر اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ جب ان طریقوں سے لادینی سیاست کامیاب ہوسکتی ہے تو اسلامی سیاست بھی کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتی ہے۔ حالانکہ اسلامی سیاست کو لادینی سیاست پر قیاس کرنا کھجور کے درخت کو کنویں پر قیاس کرنے کے مترادف ہے۔

سیاسی تدبیریں:

حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے اپنی تصانیف اور مواعظ و ملفوظات میں جابجا اس بات پر زور دیا ہے کہ اسلامی سیاست میں صرف مقصد کا نیک اور شریعت کے موافق ہونا کافی نہیں، بلکہ اس کے طریق کار اور اس کی تدبیروں کا بھی شریعت کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ شریعت کے احکام کو پسِ پشت ڈال کر اور ان کی خلاف ورزی کرکر کے اسلامی حکومت قائم کرے گا تو وہ ایسی خام خیالی میں مبتلا ہے جس کا نتیجہ محرومی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر اس طرح کوئی حکومت اس نے قائم کر بھی لی تو وہ اسلامی حکومت نہیں، بلکہ اسلامی حکومت کا دھوکہ ہوگا۔

جیسا کہ مقالے کے آغاز میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ناقابلِ انکار دلائل کے ساتھ گزر چکا ہے، اسلام میں سیاست و حکومت بذاتِ خود مقصود نہیں، بلکہ اصل شریعت کی اتباع اور اس کے نتیجے میں رضائے حق کا حصول ہے، اس لئے یہ طرزِ فکر اسلام کے دائرے میں نہیں کھپ سکتا کہ اسلامی حکومت کے قیام کی جدّوجہد میں اسلام کے بعض احکام کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے اور اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے جزوی شرعی احکام کی قربانی دی جاسکتی ہے۔ اس کے بجائے مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ شرعی احکام کے دائرے میں رہ کر جدوجہد کرے اور ہر اس طریقے سے اپنا دامن بچائے جس سے کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔ مسلمان کی کامیابی کا راز اتباعِ شریعت میں ہے۔ اسی پر نصرتِ الٰہی کا وعدہ ہے لہٰذا کامیابی اِن شاء اللہ اسی طریقے سے ہوگی۔ اور اگر بالفرض کسی شرعی حکم کی پابندی کی وجہ

besturdubooks.wordpress.com

سے ظاہراً کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکے، تب بھی مسلمان اس سے زیادہ کا مکلف نہیں، نہ اس ناکامی کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے اور نہ اس سے آخرت میں اس ناکامی پر بازپرس ہوگی۔ اگر وہ شریعت کے فرمان پر چل رہا ہے تو وہ پوری طرح کامیاب اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر کا مستحق ہے اور اس کی زندگی کا اصل مقصد پوری طرح حاصل ہے۔

لہٰذا سیاسی جدوجہد کے دوران ہر تدبیر اور ہر اقدام کے بارے میں یہ اطمینان کر لینا ضروری ہے کہ وہ شرعی نقطۂ نظر سے جائز ہے یا ناجائز؟ کسی تدبیر کو اختیار کرنے کے لئے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ اس تدبیر کا موجودہ سیاست کی دنیا میں رواج عام ہے یا وہ سیاسی تحریکوں میں بہت مؤثر ثابت ہوئی ہے، اور اسے آج کی سیاست میں ناگزیر سمجھا جاتا ہے۔

اگر وہ اصولِ شرعیہ کے اعتبار سے جائز نہ ہو، یا شرعی مفاسد پر مشتمل ہو تو خواہ موجودہ سیاست کے علمبردار اسے کتنا ہی ضروری کیوں نہ سمجھتے ہوں اسے ہرگز اختیار نہیں کرنا چاہئیے، کیونکہ سیاست مقصود نہیں، شریعت کی اطاعت مقصود ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات میں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکباز صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مؤثر سے مؤثر تدبیریں صرف اس لئے چھوڑ دیں کہ وہ شریعت کے خلاف تھیں۔

غزوۂ بدر کے موقع پر جب حق و باطل کا پہلا فیصلہ کن معرکہ درپیش تھا، اور تین سو تیرہ بے سروسامان صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اتنی بڑی طاقت سے ٹکر لینے جا رہے تھے تو ایک ایک شخص کی بڑی قدر و قیمت تھی اور قدرتی طور پر نفری میں تھوڑا سا اضافہ بھی کامیابی میں مؤثر ہو سکتا تھا اس موقع پر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جاں نثار صحابی اور ان کے والد نے لشکر میں شامل ہونا چاہا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس بنا پر جہاد میں

besturdubooks.wordpress.com

شامل ہونے سے روک دیا کہ آتے وقت اُنھیں کفار نے گرفتار کرلیا تھا، اور اس وعدے پر چھوڑا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہیں کریں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جہاد کی شرکت سے روکتے ہوئے فرمایا:

نفی لہم بعہدھم ونستعین اللّٰہ تعالیٰ علیھم۔

ہم ان سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کریں گے اور انکے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں گے۔

(صحیح مسلم ص ۱۰۶، ج ۲، سیر اعلام النبلاء ص ۳۶۲، ۳۶۳ ج ۲ والاصابۃ ص ۳۲۲ ج ۲)

اسی غزوے میں ایک نہایت تجربہ کار مشرک شخص نے جو اپنی بہادری اور جنگجوئی میں مشہور تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑائی میں شامل ہونا چاہا، لیکن یہ حق و باطل کا پہلا معرکہ تھا اور اس پہلے معرکے میں کسی کافر کی مدد لینا اسلام کو گوارا نہ تھا۔ چنانچہ اسوقت حکم یہی تھا کہ کافروں سے مدد نہ لی جائے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی لڑائی میں شامل کرنے سے انکار فرمادیا اور ارشاد فرمایا:

ارجع، فلن استعین بمشرك

میں کسی مشرک سے ہرگز مدد نہ لوں گا۔

(جامع ترمذی، کتاب السیر باب فی اہل الذمۃ یغزون مع المسلمین)

خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مقام تو بہت بلند ہے۔ بعد کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اسی اصول پر ہمیشہ کاربند رہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رومیوں سے جنگ بندی کا معاہدہ تھا اس کی مدت ختم ہونے سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فوجیں سرحد پر ڈال دیں اور مدت کے ختم ہوتے ہی حملہ کردیا۔ رومی لوگ بے خبری میں تھے اس لئے پسپا ہونے شروع ہوگئے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتحانہ آگے بڑھتے رہے، اتنے میں حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے پہنچے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روک کر انھیں ایک حدیث سُنائی جس کی رُو سے یہ حملہ شرعاً جائز نہیں تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ حملہ چونکہ جنگ بندی ختم ہونے کے بعد

besturdubooks.wordpress.com

ہوا ہے اس لئے یہ عہد شکنی میں داخل نہیں ہے۔ لیکن حدیث سنتے ہی کوئی تاویل کرنے کے بجائے اپنے پورے لشکر کے ساتھ واپس لوٹ گئے۔

(جامع ترمذی، ابواب السیر، باب ماجاء فی الغدر)

جو سالارِ لشکر اپنی کامیاب تدبیر کے بعد فتح کے نشے میں آگے بڑھ رہا ہو، اس کے لئے اپنی یلغار کو روکنا ہی مشکل ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ مفتوحہ علاقہ بھی واپس کردے۔ لیکن مقصد چونکہ سیاست وحکومت نہیں، اطاعتِ شریعت تھا، اس لئے تدبیر کے ناجائز ہونے کا علم ہوتے ہی اس ساری تدبیر سے دستبردار ہوگئے۔

غرض ہماری تاریخ ایسی درخشاں مثالوں سے بھری پڑی ہے جن میں مسلمانوں نے مؤثر سے مؤثر تدبیر کے لئے بھی شریعت کی ادنیٰ خلاف ورزی گوارا نہیں کی بلکہ اسے ترک کردیا۔

لہٰذا اسلامی سیاست میں جدوجہد کی تدبیروں کا شرعًا جائز ہونا ضروری ہے لیکن آج کل عمومًا سیاسی جدوجہد کے دوران یہ پہلو نظروں سے بالکل اوجھل ہوجاتا ہے جو تدبیریں لادینی سیاست کے علمبردار اختیار کئے ہوئے ہیں اور جن کا رواج عام ہوچکا ہے انھیں یہ دیکھے بغیر اختیار کرلیا جاتا ہے کہ یہ تدبیریں اپنے تمام لوازم کے ساتھ جائز بھی ہیں یا نہیں؟ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے سیاسی جدوجہد کے کئی مروجہ طریقوں پر شرعی نقطۂ نظر سے بحث فرمائی ہے اور ان کے شرعی حکم کو واضح فرمایا ہے۔

بائیکاٹ اور ہڑتال کا شرعی حکم:

مثلاً حکومت سے اپنے مطالبات منوانے کے لئے آج کل ہڑتالوں کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، اگر بات صرف اس حد تک ہوتی کہ لوگ اپنی خوشی سے احتجاجًا کاروبار بند کردیں تو دوسرے مفاسد کی عدم موجودگی میں اسے ایک مباح تدبیر کہا جاسکتا تھا۔ چنانچہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بائیکاٹ یا نان کوآپریشن، یہ شرعاً افرادِ جہاد میں سے نہیں، دلائل میں ملاحظہ کیا جائے، بلکہ مستقل تدابیر مقاومت کی ہیں جو فی نفسہٖ مباح ہیں۔

(الروضۃ الناضرۃ، افاداتِ اشرفیہ در مسائل سیاسیہ ص ۱۰)

besturdubooks.wordpress.com

لیکن ایسی ہڑتال جو لوگوں نے کلّیۃً اپنی خوشی سے کی ہو، آج عملاً دنیا میں اس کا وجود نہیں ہے، اکثر و بیشتر تو لوگوں کو ان کی خواہش اور رائے کے برخلاف ہڑتال میں حصہ لینے پر مجبور کیا جاتا ہے، اگر کوئی حصہ نہ لے تو اس کو جسمانی اور مالی اذیتیں دی جاتی ہیں، سنگباری اور آتشزنی تو ہڑتال کا لازمی حصہ بن گئے ہیں۔ سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کر کے لوگوں کے لئے اپنی ضرورت سے چلنا پھرنا مسدود کر دیا جاتا ہے۔ چلتی ہوئی گاڑیوں پر پتھراؤ ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ اس قسم کی ایذا رسانیوں کے خوف سے اپنا کاروبار بند رکھتے ہیں اور جو ضرورت مند شخص باہر نکلنے پر کسی وجہ سے مجبور ہو وہ ہر وقت جانی و مالی نقصان کے خطرے میں رہتا ہے اور بسا اوقات کوئی نہ کوئی بے گناہ مارا جاتا ہے، بعض مرتبہ مریض علاج کو ترس ترس کر رخصت ہو جاتے ہیں اور بہت سے غریب لوگ فاقہ کشی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

یہ تمام باتیں ہڑتال کا ایسا لازمی حصہ بن کر رہ گئی ہیں کہ ان کے بغیر کسی "کامیاب ہڑتال" کا تصوّر نہیں ہو سکتا، ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں شرعاً حرام و ناجائز ہیں اور جو چیز ان حرام و ناجائز باتوں کا لازمی سبب بنے وہ کیسے جائز ہو سکتی ہے؟

لہٰذا حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے ہڑتال کے مروّجہ طریقوں کو شرعاً ناجائز قرار دیا ہے۔ تحریکاتِ خلافت کے زمانے میں "ترکِ موالات" کے جو طریقے اختیار کئے گئے تھے انہیں ہڑتال بھی داخل تھی۔ ترکِ موالات کے تحت یہ تحریک چلائی گئی تھی کہ برطانوی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے چنانچہ اہلِ تحریک نے ایسی دُکانوں پر جو برطانوی مصنوعات فروخت کرتی تھیں رضاکار مقرر کر دیئے تھے جو لوگوں کو جس طرح ممکن ہو وہاں سے خریداری کرنے سے روکتے تھے، اگر خرید چکے ہوں تو ان کو واپسی پر مجبور کرتے تھے، نیز دُکانداروں کو مجبور کرتے تھے کہ وہ ایسی اشیاء اپنی دُکانوں میں نہ رکھیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو ان کو نقصان پہنچاتے تھے خواہ اس دُکاندار کے پاس کوئی اور ذریعۂ معاش نہ ہو اور اس تجارت کے بند کرنے سے اسکے اہل و عیال پر فاقوں کی نوبت آجائے۔ حضرت ان طریقوں کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

یہ واقعہ بھی متعدد گناہوں پر مشتمل ہے،

ایک مباح فعل کے ترک پر مجبور کرنا کیونکہ بجز بعض خاص تجارتوں کے سب اشیاء کی خرید و فروخت کا معاملہ اہلِ حرب تک کے ساتھ

besturdubooks.wordpress.com

بھی جائز ہے چہ جائیکہ معاہدین کے ساتھ۔

دوسرے بعد اتمام بیع کے واپسی پر مجبور کرنا اور زیادہ گناہ ہے کیونکہ بدون قانون خیار کے یہ واپسی بھی شرعاً مثل بیع کے ہے جس میں تراضی متعاقدین شرط ہے۔

تیسرے نہ ماننے والوں کو ایذا دینا، جو ظلم ہے،

چوتھے اہل و عیال کو تکلیف پہنچانا کہ یہ بھی ظلم ہے،

پانچویں اگر اس کو واجب شرعی بتلایا جاوے تو شریعت کی تغییر و تحریف ہونا ......"

اس کے بعد حضرت ہڑتال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اسمیں بھی وہی خرابیاں ہیں جو نمبر ۳ میں مذکور ہوئیں، اور اگر ان احتجاجات مذکورہ میں شرکت نہ کرنے پر ایذار جسمانی کی بھی نوبت آجائے تو یہ گناہ ہونے میں اضرار مالی سے بھی اشد اور منافی اقتضائے اسلام ہے پھر ان مقاطعات پر مجبور کرنے میں یہ جابرین خود اپنے تسلیم کردہ قانونِ حریت کے بھی خلاف کر رہے ہیں۔ ورنہ کیا وجہ کہ اپنی آزادی تو کوشش کریں، اور دوسروں کی آزادی کو سلب کریں۔"

(معاملة المسلمین - افادات اشرفیہ ص ۲۷، ۲۸)

اس کے علاوہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہڑتال ہی کے موضوع پر ایک مستقل رسالہ "تلیین العرائک" کے نام سے لکھا ہے، جس کا اصل موضوع تو تعلیمی اداروں میں طلبہ کی ہڑتال ہے۔ لیکن اس میں مطلق ہڑتال کے بارے میں بھی اصولی بحثیں آگئی ہیں۔ اس رسالے کا حاصل بھی یہی ہے کہ ہڑتال کا مروجہ طریق کار شریعت کے خلاف اور ناجائز ہے۔ (ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ ص ۲۰۱ ج ۶)

بھوک ہڑتال:

اسی طرح مطالبات منوانے کے لئے ایک طریقہ بھوک ہڑتال کا بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا تھا:

"اگر کوئی گرفتار ہو جائے اُن میں سے بعضے لوگ جیل جانے میں مقاطعہ

besturdubooks.wordpress.com

جوعی کرتے ہیں یہانتک کہ مرجاتے ہیں اور قوم میں ان کی مدح کی جاتی ہے"
حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا :
"اس کا خودکشی اور حرام ہونا ظاہر ہے۔
قال اللہ تعالیٰ : ولا تقتلوا انفسکم،
وفی الھدایۃ کتاب الاکراہ، فیأثم کما فی حالۃ المخمصۃ،
وفی العنایۃ : فامتناعہ عن التناول کامتناعہ من تناول الطعام الحلال حتی تلفت نفسہ او عضوہ، فکان اثما۔الخ
اس روایت سے معلوم ہوا کہ جان بچانا اس درجہ فرض ہے کہ اگر حالتِ اضطرار میں اندیشہ مرجانے کا ہو اور مردار کھانے سے جان بچ سکتی ہو تو اسکا نہ کھانا اور جان دیدینا معصیت ہے، چہ جائیکہ طعام حلال کا ترک اور اس فعل کی مدح کرنے میں تو اندیشۂ کفر ہے کہ صریح تکذیب ہے شریعت کی کہ شریعت جس فعل کو مذموم کہتی ہو یہ اس کو محمود کہتا ہے۔"

(افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ ص ۲۸، ۲۹، نمبر۶)

ایک اور موقع پر ارشاد فرماتے ہیں :
"یہ (بھوک ہڑتال) خودکشی کے مترادف ہے۔ اگر موت واقع ہوجائیگی تو وہ موت حرام ہوگی" (الافاضات الیومیۃ ص ۳۰ ج ۳ ملفوظ نمبر۱۴)

پبلسٹی کے مروّجہ ذرائع :

آج کی سیاست میں پبلسٹی اور پروپیگنڈے کو بھی نہایت اہم مقام حاصل ہے اور اس سلسلے میں عموماً مغربی سیاست کے ایک مشہور نمائندے گوئبلز کے اس مقولے پر عمل کیا جاتا ہے :

"جھوٹ اتنی شدت کے ساتھ بولو کہ دنیا اُسے سچ جان لے"

آج کل کی حکومتیں ہوں یا لادینی سیاسی جماعتیں وہ تو اس اصول پر عمل کرتی ہی ہیں لیکن بسا اوقات اسلام کے لئے سیاسی جدوجہد کرنے والے حضرات بھی چھائے ہوئے ماحول سے متأثر ہوکر پبلسٹی اور پروپیگنڈے کے مروّجہ ذرائع کو

besturdubooks.wordpress.com

استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ان کے جائز و ناجائز ہونے کی طرف یا تو دھیان نہیں جاتا یا پھر وہی نظریہ کارفرما ہوتا ہے کہ سیاست کی اصلاح ایک بلند مقصد ہے اور اس کے حصول کے لئے چھوٹے چھوٹے امور کی قربانی دی جا سکتی ہے۔

غلط بیانی تو حرام ہے ہی لیکن سیاسی مخالفین کی بلا وجہ غیبت، ان کے خلاف ناجائز بدگوئی، ان پر بہتان و افترا اور تحقیق کے بغیر افواہیں پھیلانا، یا ان پر تحقیق کے بغیر یقین کرنا یہ سب وہ باتیں ہیں جو ہماری سیاسی تحریکات میں شعوری یا غیر شعوری طور پر داخل ہو گئی ہیں اور ان کی وجہ سے افتراق و انتشار، پارٹی بندیوں اور فتنہ و فساد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے اپنی تصانیف اور مواعظ و ملفوظات میں اس طریق کار پر بھی تنقید فرمائی ہے اور ایسی سیاسی تدبیروں کو ناجائز اور واجب الترک قرار دیا ہے جو ان مفاسد پر مشتمل ہوں۔

اسی طرح جلسے جلوس بھی پبلسٹی اور اپنے نقطۂ نظر کو عوام تک پہنچانے کا اہم ذریعہ سمجھے جاتے ہیں، لیکن ان میں بھی بعض اوقات احکام شرعیہ کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اس کے بارے میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جب کوئی تدبیر تدابیر منصوصہ کے خلاف اختیار کی جاوے گی، اس کو تو ممنوع ہی کہا جاوے گا۔ خصوص جبکہ وہ فعل عبث یا مضر بھی ہو تو اس کی حرمت میں پھر کیا شبہہ ہو سکتا ہے؟ وہاں تو الضرورات تبیح المحظورات کا شبہہ بھی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ہڑتالیں ہیں، جلوس ہیں، ان میں وقت کا ضائع ہونا، روپے کا صرف ہونا، حاجت مند لوگوں کو تکلیف ہونا، نمازوں کا ضائع ہونا، کھلے مفاسد ہیں تو یہ افعال کیسے جائز ہو سکتے ہیں؟

"ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر نیت امدادِ حق کی ہو؟

تو فرمایا:

ان باتوں سے حق کو کوئی امداد نہیں پہنچتی، دوسرے نامشروع فعل نیت سے مشروع نہیں ہو جاتا۔" (الافاضات الیومیہ ص ۱۳۶ ج ۵، ملفوظ نمبر ۱۵۲)

besturdubooks.wordpress.com

مروّجہ سیاسی تدابیر کے بارے میں ایک اور موقع پر آپ نے اپنا نقطۂ نظر واضح فرمایا ہے، آپ سے پوچھا گیا تھا:

"جتھے (حکومت کے) مقابلے کے لئے جاتے ہیں اور گرفتار ہوتے ہیں، خاموش مقابلہ کرتے ہیں، اگر حکومت کی طرف سے تشدد بھی ہو تب بھی جواب نہیں دیا جاتا۔ ان صورتوں کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

"عقلی دو ہی احتمال ہیں، یا تو مقابلے کی قوت ہے، یا قوت نہیں، اگر قوت ہے تو گرفتار ہونے کے کیا معنیٰ؟ مقابلہ کرنا چاہئے۔ اور جب مقابلہ نہیں کرسکتے تو یہ صورت عدم قوت کی ہے، جیسا کہ ظاہر ہے، تو عدم قوت کی حالت میں قصداً ایسی صورت اختیار کرنے کی کہ خود ضرب حبس میں مبتلا ہو شریعت اجازت نہیں دیتی، بلکہ بجائے ایسے مخترع مقابلے کے مکارہ (ناگوار امور) پر صبر سے کام لینا چاہیئے۔ خلاصہ یہ کہ اگر قوت ہے مقابلہ کرو، اگر قوت نہیں صبر کرو، ان دو صورتوں کے علاوہ تیسری کوئی صورت منقول نہیں۔

آگے ارشاد فرماتے ہیں:

اس وقت سب سے بڑی وجہ ناکامی کی یہی ہوئی کہ مسلمانوں کے سر پر کوئی بڑا نہیں، نہ مسلمانوں کی قوت کسی مرکز پر جمع ہے اور نہ ہوسکتی ہے جب تک کہ بالاتفاق ایک کو بڑا نہ بنالیں۔ اگر امام ہو تو سب کام ٹھیک ہوسکتے ہیں۔ اس کے حکم سے میدان میں جاویں، اگر جان بھی جاتی رہے تو کوئی حرج نہیں، اور یہ کیا کہ بیٹھے بیٹھے جاکر قتل ہو جاویں، یہ کوئی انسانیت ہے؟ اصل بات وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ خیر القرون میں دو ہی صورتیں تھیں کہ قوت کے وقت مقابلہ، اور عدم قوت کے وقت صبر۔ اس کے سوا سب من گھڑت تدابیر ہیں۔ اس لئے ان میں خیر و برکت نہیں ہوسکتی، اور جب خیر و برکت نہ ہو اور مسلمان ظاہرًا کامیاب بھی ہو جائیں تو اس کامیابی پر کیا خوشی جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف

besturdubooks.wordpress.com

تدابیر اختیار کر کے کامیابی حاصل کی جاوے، اور حسّی کامیابی کا ہو جانا تو کوئی کمال کی بات نہیں۔ اس لئے کہ ایسی کامیابی کافروں کو بھی ہو جاتی ہے، اور مسلمانوں کی اصل کامیابی تو وہ ہے کہ چاہے غلامی ہو مگر خدا راضی ہو، اور اگر حکومت ہوئی اور ان کی مرضی کے خلاف ہوئی، وہ راضی نہ ہوئے تو فرعون کی حکومت اور تمہاری حکومت میں کیا فرق ہوا؟ بس ان کے راضی کرنے کی فکر کرو، ان سے صحیح معنوں میں تعلق جوڑو، اسلام اور احکام اسلام کی پابندی کرو۔ ان بتوں کا اتباع تو بہت دن کر کے دیکھ لیا، اب خدا کے سامنے سر رکھ کر اور اس سے اپنی حاجت اور ضروریات مانگ کر بھی دیکھ لو کہ کیا ہوتا ہے؟"

(الافاضات الیومیۃ ص ۱۶۸، ۱۶۹ ج ۵ ملفوظ نمبر ۱۹۰)

حکومت کے ساتھ طرزِ عمل:

اسلام نے اپنے احکام میں اصل زور اس بات پر دیا ہے کہ ہر حالت میں احکامِ شریعت کی اتباع کی جائے، اگر حاکم وقت کی طرف سے خلاف شرع اُمور کا حکم دیا جائے تو اس کی اطاعت واجب نہیں۔ بلکہ جب تک اِکراہ کی شرعی حالت متحقق نہ ہو شریعت کے احکام پر عمل ضروری ہے، اس راستے میں جتنی تکلیفیں پیش آجائیں ان پر صبر کرنا چاہئے کہ وہ موجب اجر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی حاکم شریعت کے خلاف کام کر رہا ہے تو اُسے راہِ راست پر لانے کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کی شرائط کے ساتھ انجام دینا بھی ضروری ہے اور ضرورت کے وقت اس کے سامنے اظہارِ حق بھی جسے حدیث میں "افضل الجہاد" قرار دیا گیا ہے۔ یہ تمام کام شریعت کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں بشرطیکہ شرعی حدود میں ہوں اور پیش نظر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور دینِ حق کی تبلیغ و نصرت ہو، محض اپنی بہادری جتانا، لوگوں سے داد حاصل کرنا یا خود طلب اقتدار پیش نظر نہ ہو۔

لیکن آج کی سیاسی فضاء میں یہ معاملہ بھی شدید افراط و تفریط کا شکار ہے جو لوگ "حزبِ اقتدار" سے وابستہ یا حکومت کے طرفدار ہوتے ہیں، وہ ہر حال میں حکومت کی تعریفوں کے پُل باندھے رکھتے ہیں اور اس کے ہر جائز و ناجائز فعل کی

besturdubooks.wordpress.com

تائید وحمایت کرتے ہیں۔ حکومت کے ناجائز یا ظالمانہ اقدامات کو کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں پھر بھی خاموش رہتے ہیں اور ان کی تاویلات تلاش کرتے رہتے ہیں جو صریح مداہنت ہے، اور بعض لوگ تو ان ناجائز اقدامات کی حمایت کے لئے تحریف دین تک سے دریغ نہیں کرتے۔

اور دوسری طرف جو لوگ "حزب اختلاف" سے وابستہ یا حکومت کے مخالف ہیں، وہ "حکومت کی مخالفت" کو بذاتِ خود ایک مقصد بنا لیتے ہیں۔ اور اسے سیاسی فیشن کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ خاص طور پر یہ بات اپنے فرائض منصبی میں سے سمجھتے ہیں کہ وہ حکومت کی ہر بات میں کیڑے نکالیں اور اس کی کسی اچھائی کا اعتراف نہ کریں۔ اس طرز عمل کا مقصد بسا اوقات حق کی نصرت کے بجائے حکومت کو بدنام کر کے اپنے اقتدار کا راستہ ہموار کرنا اور عوام سے بہادری کی داد حاصل کرنا ہوتا ہے۔

عوام میں بھی حکام کو وقت بے وقت بُرا بھلا کہنے اور انھیں گالیاں تک دینے کا رواج عام ہو چکا ہے۔ جلوسوں میں سربراہان حکومت کو "کتا" اور "سور" تک بنا کر ان کے خلاف ہائے ہائے کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ مجلسوں میں ایک مشغلے کے طور پر حکام کا ذکر کر کے ان کی بُرائیاں کی جاتی ہیں جو کسی معقول وجہ کے بغیر ہونے کی وجہ سے غیبت میں تو داخل ہیں ہی، بعض اوقات افتراء اور بہتان کی حدود میں بھی داخل ہو جاتی ہیں اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ فاسق وفاجر حکمرانوں کو بُرا کہنا غیبت میں داخل نہیں۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے اس طرز عمل پر بھی تنقید فرمائی ہے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> "حجاج بن یوسف اس اُمت کا سب سے بڑا ظالم مشہور ہے، مگر کسی بزرگ کی مجلس میں ایک شخص نے اس پر کوئی الزام لگایا اور غیبت کی تو انھوں نے فرمایا کہ وہ اگرچہ ظالم وفاسق ہے مگر حق تعالیٰ کو اس سے کوئی دشمنی نہیں وہ جس طرح دوسرے مظلوموں کا انتقام حجاج سے لے گا اسی طرح اگر کوئی حجاج پر ظلم کریگا تو اس سے بھی انتقام لیا جائے گا۔"

(مجالس حکیم الامت ص ۹۲، ملفوظات رمضان ۱۳۴۸ھ)

besturdubooks.wordpress.com

اس کے علاوہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر یہ بات واضح فرمائی ہے کہ کسی ضرورت کے بغیر حکام کی علی الاعلان اہانت شرعًا پسندیدہ بھی نہیں ہے فرماتے ہیں :

"سلاطینِ اسلام کی علی الاعلان اہانت میں ضرر ہے جمہور کا، ہیبت نکلنے سے فتن پھیلتے ہیں، اس لئے سلاطینِ اسلام کا احترام کرنا چاہیئے"

(انفاس عیسٰی ص ۳۷۵ ج ۱ ۔ باب ۴)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ بات درحقیقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی شرح ہے جو حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے :

من اراد ان ینصح لذی سلطان بامر فلا یبدلہ علانیۃ ولٰکن لیأخذ بیدہ فیخلوابہ فان قبل منہ فذاک والا کان قد ادی الذی علیہ ،

"جو شخص کسی صاحبِ اقتدار کو کسی بات کی نصیحت کرنا چاہے تو اس نصیحت کو علانیہ ظاہر نہ کرے بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لیجائے اگر وہ اس کی بات قبول کرلے تو بہتر ورنہ اس نے اپنا فرض ادا کردیا"۔

(مجمع الزوائد ص ۲۲۹ ج ۵ ۔ بحوالہ مسند احمد و رجالہ ثقات)

ایک اور وعظ میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"بعض لوگ بعض مصائب سے تنگ ہو کر حکام وقت کو برا بھلا کہتے ہیں، یہ بھی علامت ہے بے صبری کی، اور پسندیدہ تدبیر نہیں، اور حدیث شریف میں اس کی ممانعت بھی آئی ہے، فرماتے ہیں :

"لا تسبّوا الملوک"

یعنی بادشاہوں کو برا مت کہو، ان کے قلوب میرے قبضے میں ہیں میری اطاعت کرو، میں ان کے دلوں کو تم پر نرم کردوں گا"

(وعظ الصبر ص ۳۶، ماخوذ از اصلاح المسلمین ص ۵۲۲)

جس حدیث کی طرف حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے وہ مختلف

besturdubooks.wordpress.com
صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف الفاظ میں مروی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کے یہ الفاظ مروی ہیں :

" لا تشغلوا قلوبکم بسبّ الملوك، ولکن تقرّبوا الی اللہ تعالیٰ بالدّعاء لهم یعطف اللہ قلوبهم علیکم "

" اپنے دل بادشاہوں کو بُرا بھلا کہنے میں مشغول نہ کرو۔ بلکہ انکے حق میں دعاء کرکے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو، اللہ تعالیٰ انکے دلوں کو تمہاری طرف متوجہ فرما دیں گے ۔

(کنز العمال ص ۲ ج ۶ حدیث ۹ بحوالہ ابن النجار)

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ منقول ہیں :

ان اللہ یقول : انا اللہ لا الٰہ الّا انا، مالك الملك وملك الملوك قلوب الملوك بیدی، وان العباد اذا اطاعونی حوّلت قلوب ملوکهم علیهم بالرأفة والرحمة، وان العباد اذا عصونی حوّلت قلوبهم علیهم بالسخط والنقمة، فساموهم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسکم بالدّعاء علی الملوك، ولکن اشغلوا انفسکم بالذکر والتضرع اکفکم ملوککم ۔

" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں مالک الملک ہوں اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے قلوب میرے ہاتھ میں ہیں اور بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں تو میں ان کے بادشاہوں کے دلوں کو ان کی طرف رحمت و رافت سے متوجہ کردیتا ہوں، اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے دلوں کو ان کے خلاف ناراضی اور عذاب کے ساتھ متوجہ کردیتا ہوں" چنانچہ وہ انھیں بدترین اذیتیں پہنچاتے ہیں۔ لہٰذا تم بادشاہوں کو بددعائیں دینے میں مشغول نہ ہو، بلکہ اپنے آپ کو ذکر اور دعاء و تضرع میں مشغول رکھو، میں تمہارے بادشاہوں کے معاملے میں تمہاری مدد کروں گا"۔

(مجمع الزوائد ص ۲۴۹ ج ۵ بحوالہ، طبرانی، وفیہ ابراہیم بن راشد، وهو متروک)

besturdubooks.wordpress.com

اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں :

لا تسبّوا الائمة وادعوا الله لهم بالصلاح فان صلاحهم لكم صلاح .

"ائمہ (سربراہانِ حکومت) کو بُرا بھلا نہ کہو، بلکہ ان کے حق میں نیکی کی دعا کرو۔ کیونکہ ان کی نیکی میں تمہاری بھلائی ہے"

(السراج المنیر للعزیزی ص ۱۱۸ ج ۴، وقال: اسنادہ حسن)

بہرصورت! حکام کو بلاضرورت بُرا کہنے کو مشغلہ بنالینا شرعاً پسندیدہ نہیں ہے اگر وہ اتنے بُرے ہوں کہ ان کے خلاف خروج (بغاوت) جائز ہو تو پھر شرعی احکام کے مطابق خروج کیا جائے (جس کی کچھ تفصیل ان شاء اللہ آگے آرہی ہے) لیکن بدگوئی کو شیوہ بنانے سے منع کیا گیا ہے۔ غیبت کے نقصان کے علاوہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بدگوئی کے ایک اور نقصان کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے، اور وہ یہ کہ حکومت کی فی الجملہ ہیبت امن وامان کے قیام کے لئے ضروری ہے اور جب یہ ہیبت دلوں سے اُٹھ جائے تو اس کا لازمی نتیجہ مجرموں کی بے باکی کی صورت میں نکلتا ہے، ملک میں بدامنی پھیلتی ہے اور اس کا نقصان پوری قوم کو بھگتنا پڑتا ہے۔

حکومت کے غیر شرعی قوانین اور اقدامات کیخلاف چارۂ کار

یہاں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہڑتال، بھوک ہڑتال اور احتجاج کی مروجہ بیشتر صورتوں کو درمیان سے نکال دیا جائے تو موجودہ حکومتوں کے غیر شرعی قوانین اور اقدامات کے خلاف اُمت کے پاس چارۂ کار کیا رہ جاتا ہے؟ کیا موجودہ حکومتوں کو اس طرح آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ اسلامی احکام کو پامال کرتی رہیں؟ لوگوں کو اسلام اور اسلامی تعلیمات سے برگشتہ کرنے کیلئے حکومت کی پوری مشینری کو استعمال کرتی رہیں؟ تعلیم گاہوں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ غیر اسلامی نظریات کی ترویج جاری رہے، اور جو مسلمان دین پر عمل کرنا چاہتے ہیں وہ زبانی وعظ ونصیحت کے سوا کچھ نہ کریں؟ جبکہ آج کل کی حکومتوں کا تجربہ ہے کہ وہ زبانی وعظ ونصیحت کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتیں اور جب تک ان پر احتجاج

besturdubooks.wordpress.com

کا دباؤ نہ ڈالا جائے اس وقت تک وہ کسی مطالبے کو عموماً تسلیم نہیں کرتیں۔

اس سوال کا جواب حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں یہ ہے کہ مغربی سیاست کے رواجِ عام کے سبب ہمارے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ احتجاج کا طریقہ ہڑتالوں، جلوسوں اور مظاہروں ہی میں منحصر ہے، حالانکہ ایک مسلمان کو احتجاج کا طریقہ بھی خود اپنے دین کے احکام ہی سے لینا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ اگر حکومت کے یہ غیر اسلامی اقدامات اس حد تک پہنچ جاتے ہیں جہاں حکومت کے خلاف خروج (مسلح بغاوت) جائز ہو جائے وہاں تو خروج کے احکام جاری ہوں گے (جن کی کچھ تفصیل آگے آرہی ہے) لیکن جہاں خروج جائز نہ ہو وہاں وعظ و نصیحت کے علاوہ مسلمانوں کے پاس احتجاج کا ایک طریقہ ایسا ہے جو بڑی بڑی حکومتوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتا ہے اور وہ طریقہ ہے:

لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق

"خالق کی نافرمانی کر کے کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں"۔

اور یہ طریقہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد سے ثابت ہوتا ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خذوا العطاء ما دام عطاء، فاذا صار رشوۃ علی الدین فلا تأخذوہ ولستم بتارکیہ یمنعکم الفقر والحاجۃ الا ان رحا الاسلام دائرۃ فدوروا مع الکتاب حیث دار، الا ان الکتاب والسلطان سیفترقان فلا تفارقوا الکتاب، الا انہ سیکون علیکم امراء یقضون لانفسہم مالا یقضون لکم فان عصیتموہم قتلوکم، وان اطعتموہم اضلوکم، قالوا: یا رسول اللہ کیف نصنع؟ قال: کما صنع اصحاب عیسی ابن مریم نشروا بالمناشیر وحملوا علی الخشب، موت فی طاعۃ اللہ خیر من حیاۃ فی معصیۃ اللہ۔

"تنخواہ اس وقت تک لو جب تک وہ تنخواہ رہے، لیکن اگر وہ دین

besturdubooks.wordpress.com

(فروشی) کے اوپر رشوت بن جائے تو نہ لو، اور تم فقر اور حاجت کے خوف سے اسے چھوڑ دو گے نہیں، خوب سن لو کہ اسلام کی چکی چل چکی ہے لہٰذا قرآن جہاں بھی جائے تم اس کے ساتھ جاؤ۔ خبردار! قرآن اور اقتدار دونوں الگ الگ ہو جائیں گے، ایسے میں تم قرآن کا ساتھ نہ چھوڑنا، یاد رکھو کہ تم پر کچھ ایسے امراء آئیں گے جو اپنے حق میں وہ فیصلے کریں گے جو تمہارے حق میں نہیں کریں گے۔ اگر تم نے ان کی خلاف ورزی کی تو وہ تمہیں قتل کر دینگے اور اگر تم نے انکی اطاعت کی تو وہ تمھیں گمراہ کر دینگے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم ایسے میں کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی کرو جو عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے ساتھیوں نے کیا، ان کو آروں سے چیر دیا گیا، اور لکڑیوں پر سولی چڑھایا گیا، اللہ کی اطاعت میں موت آجائے تو وہ اللہ کی نافرمانی میں زندگی گزارنے سے بہتر ہے۔“

(مجمع الزوائد ص ۲۳۸ ج ۵ بحوالۂ طبرانی و قال الهیثمی: یزید بن مرثد لم یسمع من معاذ و الوضین بن عطاء وثقه ابن حبان وغیره وضعفه جماعة وبقية رجاله ثقات)

اس حدیث نے واضح فرما دیا کہ اگر کبھی حکومت وقت کی طرف سے ایسے احکام جاری کئے جائیں جو اللہ کی کتاب کے صراحۃً خلاف ہوں (جن میں اسلام کے تمام قطعی اور منصوص احکام داخل ہیں) تو ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ ان احکام کے بجائے اللہ کے حکم کی پابندی کرے یہ طریق کار جہاں انفرادی طور پر اور اخروی نجات کا راستہ ہے وہاں اس میں اجتماعی اصلاح کی بھی زبردست صلاحیت ہے کیونکہ اب اگر عوام میں یہ عام دینی شعور پیدا کر دیا جائے کہ وہ خالص اپنے دینی جذبے سے حکومت کے غیر اسلامی احکام کی تنفیذ میں حصہ دار بننے سے ہاتھ روک لیں تو ایک حکومت پر اس سے بڑے کسی دباؤ کا تصور نہیں کیا جا سکتا، غور فرمائیے کہ اگر مسلمان اپنے دینی شعور کے تحت یہ فیصلہ کر لیں کہ وہ بینکوں کے سودی کھاتوں میں رقمیں نہیں رکھوائیں گے۔ ملازمین یہ طے کر لیں کہ وہ سودی بینکوں کی ملازمت چھوڑ دیں گے اور تجار یہ طے کر لیں کہ وہ کسی بینک سے سود پر قرض نہیں لیں گے۔ تو کیا یہ سودی نظام ایک دن باقی رہ سکتا ہے؟ اگر مسلمان جج یہ طے کر لیں کہ وہ کسی غیر اسلامی قانون کے تحت فیصلہ نہیں کریں گے۔ اور اسکے لئے ملازمت چھوڑنی پڑے تو چھوڑ دیں گے وکلاء یہ طے کر لیں کہ وہ کسی غیر اسلامی قانون کے تحت کسی مقدمے کی پیروی نہیں کریں گے

besturdubooks.wordpress.com

خواہ انھیں کتنے مالی فوائد سے ہاتھ دھونے پڑیں توکیا یہ غیر اسلامی قوانین عوام کے سروں پر مسلّط رہ سکتے ہیں؟ اگر مسلمان سرکاری ملازمین یہ عزم کرلیں کہ وہ حکومت کے کسی غیر اسلامی اقدام کی تنفیذ میں حصہ دار بننا گوارا نہیں کریں گے اور اگر انھیں ایسا کرنا پڑا تو وہ ملازمت سے مستعفی ہوجائیں گے توکیا یہ غیر اسلامی اقدامات باقی رہ سکتے ہیں۔؟

احتجاج کے مروّجہ طریقوں کے مقابلے میں اس تجویز میں صرف یہ خرابی ہے کہ یہ مغربی سیاست کے ٹکسال سے ڈھل کر نہیں نکلی اس لئے ذہنوں کے لئے اجنبی اور نامانوس ہے لیکن اگر اس تجویز پر ٹھیک ٹھیک عمل کرلیا جائے تو اس میں ملک کا نظام بدلنے کی پوری صلاحیت موجود ہے اور یہ مروّجہ تدابیر کے مفاسد سے بھی خالی ہے، ہاں اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ نفاذ اسلام کی جدوجہد کرنے والوں کے دل میں خدا کا خوف، آخرت کی فکر، اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس اور اتباع شریعت کی لگن موجود ہو۔ اور وہ پہلے اپنی ذات پر اسلامی احکام کے نفاذ کے لئے تیار ہوں۔

اس کے برعکس مروّجہ طریق کار لوگوں کو اس لئے آسان معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں اپنی ذات پر اسلام کی کوئی پابندی عائد کرنے کی کوئی شرط نہیں ہے، جس شخص کی ذاتی زندگی اسلام کی بنیادی تعلیمات تک سے خالی ہو، وہ بھی نفاذ اسلام کا جھنڈا بلند کرکے سڑکوں پر نعرے لگا سکتا ہے، اس طریق کار میں "اسلامی جذبے" کے اظہار کے لئے ایک دن ہڑتال میں حصہ لے لینا کافی ہے۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد دکانوں اور دفتروں میں بیٹھ کر خالص غیر اسلامی معاملات اپنے ہاتھوں سے طے کئے جارہے ہوں تو اس سے اس جدوجہد پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

سوال یہ ہے کہ جو لوگ خود اپنی ذاتی زندگی پر اسلامی احکام نافذ نہ کرسکتے ہوں وہ کیسے یہ توقع کرسکتے ہیں کہ نفاذ اسلام کے لئے ان کی جدوجہد اور ان کے مطالبات پورے ہوجائیں گے؟ اس عظیم کام کے لئے اتنی شرط تو ہونی چاہیئے کہ جو لوگ اس جدوجہد کا بیڑا اٹھائیں کم از کم وہ تو اپنی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالے ہوئے ہوں اور اس راہ میں جان ومال اور جذبات ومفادات کی قربانی پیش کرنے کا عزم رکھتے ہوں۔ اگر یہ بنیادی شرط ہی مفقود ہے تو نفاذ اسلام کی جدوجہد کی حیثیت واہمیت ایک بے جان اور سطحی شورش سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔

besturdubooks.wordpress.com

حکومت کے خلاف خروج :

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کو شدید جُرم قرار دیا ہے اور باغی کی سزا موت قرار دی ہے۔ چنانچہ اس بات پر فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے۔

حکومت عادلہ کے خلاف بغاوت کس وقت جائز ہوتی ہے؟ اس مسئلے میں فقہاءِ اُمت نے کافی مفصّل بحثیں کی ہیں، یہ بات تو احادیث سے واضح ہے کہ اگر حکمراں سے کفر بواح (واضح کفر) کا صدور ہو جائے تو اسکے خلاف بغاوت بالکل برحق ہے لیکن اگر اس سے فسق وفجور سرزد ہو تو اس صورت میں عموماً فقہاء رحمہم اللہ بغاوت کو جائز نہیں کہتے کیونکہ حدیث میں صرف کفرِ بواح کی صورت میں بغاوت کی اجازت دی گئی ہے۔

لیکن دوسری طرف بعض احادیث کے کچھ الفاظ اس کے خلاف بھی نظر آتے ہیں جن سے حکمران کے فسق کی صورت میں خروج کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اسی بناء پر بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارتیں بھی کچھ متضاد سی نظر آتی ہیں۔ خود راقم الحروف کو اس مسئلے میں ایک مدت تک بہت اشکال رہا، اور کوئی منقح بات سامنے نہیں آئی۔

لیکن حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے اس موضوع پر ایک نہایت جامع مفصّل اور مدلّل رسالہ تحریر فرمایا ہے جو امداد الفتاویٰ کی پانچویں جلد میں "جزل الکلام فی عزل الامام" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع کی تمام احادیث اور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کو یکجا جمع کر کے اس مسئلے کو اتنا منقح فرما دیا ہے کہ اس موضوع پر اس سے بہتر بحث احقر کی نظر سے نہیں گزری، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسئلے کی تمام صورتوں کا تجزیہ فرما کر ہر صورت کا حکم احادیث اور فقہی حوالوں کے ذریعے واضح فرمایا ہے۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حکمراں کے غیر اسلامی اقدامات کی چند صورتیں ہیں اور ہر صورت کا حکم جدا ہے۔

(۱) حکمران کا فسق اسکی ذات کی حد تک محدود رہو، مثلاً شراب نوشی وغیرہ، اس کا حکم یہ ہے :

"اگر بدون کسی فتنے کے آسانی سے جدا کر دینا ممکن ہو، جُدا کر دیا جائے، اگر فتنے

besturdubooks.wordpress.com

کا اندیشہ ہو صبر کیا جائے ..... اور اگر نہی عن العزل کی صورت میں اس پر کوئی خروج کرے تو عامۂ مسلمین پر اس کی نصرت واجب ہے خاص کر جب امام حکم بھی کرے لقوله فی العبارة السادسة فاذا خرج جماعة مسلمون" الخ

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اس کا فسق دوسروں تک متعدی ہو یعنی لوگوں کا مال ناحق طریقے سے لینے لگے، لیکن اس میں اشتباہ جواز کا بھی ہوسکتا ہو۔ جیسے مصالح سلطنت کے نام سے ٹیکس وغیرہ وصول کرنے لگے۔ اس صورت کا حکم یہ ہے کہ اس میں اس کی اطاعت ہی واجب ہے خروج جائز نہیں۔

(۳) ایسا مالی ظلم کرے جس میں جواز کا شبہہ بھی نہ ہو بلکہ صریح ظلم ہو اسکا حکم یہ ہے:
"اپنے اوپر سے ظلم کا دفع کرنا، اگرچہ قتال کی نوبت آجائے .... اور صبر بھی جائز ہے ۔ بلکہ غالباً اولیٰ ہے ...."

(۴) لوگوں کو معصیتوں پر مجبور کرے، مگر اس کا منشأ دین کا استخفاف یا کفر و معصیت کی پسندیدگی نہ ہو، تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر اکراہ کے وہ احکام جاری ہونگے جو فقہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ لیکن خروج جائز نہ ہوگا۔

(۵) لوگوں کو معصیت پر مجبور کرے، اور اس کا منشأ دین کا استخفاف یا کفر و معصیت کی پسندیدگی ہو تو یہ کفر ہے،

یا اگرچہ فی الحال تو اکراہ کا منشأ استخفاف وغیرہ نہ ہو لیکن اکراہ عام بشکل قانون ایسے طور پر ہو کہ ایک مدت تک اس پر عام عمل ہونے سے فی المآل ظن غالب ہو کہ طبائع میں استخفاف پیدا ہوجاویگا تو ایسا اکراہ بھی بحکم کفر ہے اور ان تمام صورتوں میں وہی حکم ہوگا جو کفر بواح کا ہے اور جو چھٹی صورت میں آرہا ہے۔

(۶) نعوذ باللہ! کافر ہوجائے، اس کا حکم یہ ہے:
"معزول ہوجاوے گا اور اگر جدا نہ ہو تو بشرطِ قدرت جدا کردینا علی الاطلاق واجب ہے۔ مگر اس میں شرط یہ ہے کہ وہ کفر متفق علیہ ہو اور جس طرح اسکا کفر ہونا قطعی ہو اسی طرح اس کا صدور بھی یقینی ہو، مثل رؤیت عین کے نہ کہ محض روایات ظنیہ کے درجے میں،

کما دل علیہ قوله علیه السلام الا ان تروا

besturdubooks.wordpress.com

المراد به رؤية العين بدليل تعديته الى مفعول واحد"۔
کسی امر موجبِ کفر کی دلالت علی الکفر یا اس امر موجب کفر کا ثبوت قرائن مقامیہ یا مقالیہ کے اختلاف سے مختلف فیہ ہوسکتا ہے۔ اور خود قطعیت بھی کبھی مختلف فیہ ہوسکتی ہے، اسی طرح کبھی اجماع مختلف فیہ ہوسکتا ہے ...... اس صورت میں ہر عامل اپنے عمل میں معذور ہوگا۔

اسی طرح ایک اور صورت میں بھی رائے کے اختلاف میں مساغ ہے، وہ یہ کہ عبارتِ خامسہ میں تعارضِ مصالح کے وقت اخف المضرتین کے تحمل کا حکم کیا گیا ہے تو ممکن ہے کہ دو شخصوں کا اجتہاد مضراتِ مختلفہ کے اخف واشد ہونے میں مختلف ہو۔ وبه ينحل كثير من الاشكالات من اختلاف جماعات الثقات فی مثل هٰذه المقامات۔

(امداد الفتاوی ص ۱۲۰۔ ج ۵)

پھر جن صورتوں میں خروج کی اجازت یا وجوب بیان کیا گیا ہے ان میں شرط یہ ہے کہ خروج کے لئے مناسب قوت موجود ہو۔ اور اس کے نتیجے میں کسی اور بدتر حکمران کے مسلط ہوجانے یا کسی غیر مسلم طاقت کے قبضہ جمالینے کا اندیشہ نہ ہو۔

یہاں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کا نہایت اجمالی خلاصہ پیش کیا گیا ہے ورنہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہر صورت کے حکم کو حدیث اور فقہ کے دلائل سے مبرہن فرمایا ہے اور تمام ممکنہ شبہات کا ازالہ بھی فرمایا ہے۔ اہلِ علم کے لئے یہ رسالہ نہایت مفید اور اطمینان بخش ہے۔

فهٰذا آخر ما اردنا ايراده فی هٰذه العجالة وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا ومولانا محمد النبی الامين وعلى آله واصحابه اجمعين،

(ماہنامہ "البلاغ" شعبان و رمضان ۱۴۱۰ ہجری)